مکمل ناول

www.zemtime.com

# نمرہ احمد

## سالار

سولہویں قسط

"بیٹھ جاؤ۔ زیاد سلطان۔ مجھے اور تمہیں کچھ باتیں کرنی ہیں۔"

ہیٹر کے سلگنے کی سرگوشی، جانوروں کے بولنے کی آوازیں اور ان دونوں کی ایک دوسرے سے جمی آنکھوں کی تپش خاموشی میں بھی سنائی دے رہی تھی۔

"بیٹھ جاؤ۔" ماہر نے جیب سے ہاتھ نکالا تو اس میں ایک لائٹر تھا۔ لیور انگوٹھے سے دبایا۔ شعلہ جل اٹھا۔ اس نے بیٹھے بیٹھے بازو لمبا کیا اور سائیڈ

ٹیبل پہ رکھی سینٹڈ کینڈل کے جار میں لگے دھاگے کو سلگایا۔ شعلہ جل اٹھا۔

لائٹر سائیڈ پہ رکھتے ہوئے رخ واپس زیاد کی طرف پھیرا تو وہ ہنوز آنکھیں چھوٹی کیے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیا تم پہلے چائے پینا چاہتے ہو؟" اس کی آواز میں طنز تھا۔ پھر نظر زیاد کے موجود پستول پہ ڈالی۔ "یا شاید مجھے مارنے کا ارادہ ہے؟"

"میں تمہیں کیوں ماروں گا؟ وہ بھی آن کیمرہ؟" زیاد نے چہرہ اٹھا کے ایک پینٹنگ کی طرف دیکھا۔ پھر واپس ماہر فرید کو جس کی مسکراہٹ دھیمی پڑ گئی تھی۔

"چچ ماہر بے...." اس نے افسوس سے سر ہلایا۔ "تم مجھے ابھی نہیں جانتے۔"

وہ قدم قدم چلتا اس پینٹنگ کے قریب آیا۔ اور گردن اونچی کر کے اسے دیکھنے لگا۔

"اس کاٹیج میں صرف ایک کیمرہ ہے جو اس پینٹنگ میں نصب ہے۔ اس کے علاوہ یہاں کوئی سگنل نہیں ہے۔" پھر پلٹ کے حیرت سے ماہر کو دیکھا۔ "کیا تمہیں واقعی لگا تھا کہ میں یہاں تمہاری خود ساختہ نینی کے لیے آیا ہوں؟ اونہوں۔ میں یہاں تم سے ملنے آیا ہوں۔" اس نے پستول جیب میں ڈالا اور اس کی طرف مکمل گھوم گیا۔ اس کا چہرہ کسی روبوٹ کی طرح سپاٹ تھا۔ اور ماہر کے جسم کے تمام اعصاب تن چکے تھے۔

"تم مجھے شاید اس کیمرہ کے ذریعے خوف زدہ کرنا چاہتے تھے۔ یقیناً اس کی لائیو فوٹیج تمہارے وکیل یا بھائی کو جا رہی ہوگی۔ لیکن تمہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ میں تمہیں مارنے نہیں آیا۔ صرف بات کرنے آیا ہوں۔"

وہ جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا بہت اطمینان سے کہہ رہا تھا۔ ماہر نے پیر اوتومن سے ہٹا لیے اور کمر سیدھی کر کے بیٹھا۔ کچھ غیر آرام دہ سا احساس ہوا تھا۔ یہ اس کی توقع کے برعکس تھا۔

"تمہاری طرح مجھے بھی امید نہیں تھی کہ تمہیں مجھ سے ملنے کی اتنی جلدی ہوگی۔ میں سمجھا تم پہلے پولیس کو بھیجو گے۔ لیکن اچھا ہوا کہ تم خود آئے۔ اب ہم آرام سے بات کر سکیں گے۔"

وہ فریج کی طرف گیا اور جھک کے دروازہ کھولا۔ ماہر خاموشی سے اسے دیکھے گیا۔ اس نے جھک کے سوڈا کے دو کین نکالے اور واپس آیا۔ ایک اس کی طرف بڑھایا۔

"بہت شکریہ۔" اس نے طنز سے کہتے ہوئے کین تھاما اور ساتھ والی میز پہ رکھ دیا۔

"لیکن ہم بات تب کریں گے جب تمہارا کیمرہ آف ہوگا۔" اس نے اپنا کین کھولا اور لبوں سے لگا لیا۔ پھر گھونٹ بھر کے کین نیچے کیا۔ ماہر ابھی تک آنکھوں کی پتلیاں سکوڑے اسے دیکھ رہا تھا۔

"اور ہاں... تم اب تک کی بنی فوٹیج (ایک نظر رخ پھیر کے پینٹنگ کو دیکھا) کے ذریعے مجھے بلیک میل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اگر تم نے ایسا کیا تو ہلال کے لیے بہت مشکل ہو جائے گی۔"

ماہر فرید تیزی سے کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے کی رنگت بدلی۔ ماتھے کی نسیں ابھر آئیں۔ خود اس کا نام لینا عام بات تھی۔ کسی دوسرے کے منہ سے سننا عام بات نہیں تھی۔

"ہلال کے بارے میں...." اس نے پہلو میں گرے ہاتھ کی مٹھی بھینچ لی۔ بہت سے الفاظ زبان تک روک لیے۔

"ٹھیک ہے۔ تم کیمرہ سے ڈرتے ہو لیکن میں تم سے نہیں ڈرتا۔" سپاٹ انداز میں دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ "باہر چلو۔ کھل کے بات کرتے ہیں۔"

زیاد نے ایک اور گھونٹ بھرا اور کندھے اچکا کے آگے بڑھ گیا۔ اس کے انداز میں ایک نڈر پن تھا جس سے وہ پہلی دفعہ روشناس ہو رہا تھا۔

"تم نے یہ کاٹیج دو ماہ پہلے خریدا تھا۔ یہ وہ کاٹیج



www.zemtime.com

نہیں ہے جس میں تم ہلال کے ساتھ آتے تھے۔ وہ کاٹیج اسکاٹ لینڈ میں تھا۔ لیکن تم نے اس سے ملتا جلتا کاٹیج یہاں ترتیب دیا۔" وہ دونوں اندھیرے میں جھیل کی طرف چلتے جا رہے تھے اور زیاد سلطان محظوظ انداز میں کہہ رہا تھا۔

"جنات دھوکہ کھا سکتے ہیں' ماہر بے۔ لیکن میں نہیں۔ میں جانتا تھا ہلال کی کوئی بہنی نہیں ہے۔ اور یہ بھی کہ تم ہم میں سے کسی ایک فرد سے ملنا چاہتے ہو۔ اسی لیے میں آیا ہوں۔ کیونکہ...." وہ جھیل کے کنارے رکا اور ماہر کی طرف مڑا۔ اس کے چہرے پہ مسکراہٹ تھی۔

"کیونکہ تمہیں اور مجھے بہت سی باتیں کرنی ہیں' ماہر فرید۔"

اس کی یہ مسکراہٹ ماہر فرید نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ نہ اصل میں۔ نہ تصاویر میں۔

"میں درست تھا۔ تم مجھے بہت اچھے سے جانتے ہو۔"

"آف کورس میں تمہیں جانتا ہوں۔" وہ دونوں جھیل کنارے آمنے سامنے کھڑے تھے۔

"تم سے میرا پہلا تعارف سبرینہ کی وجہ سے ہوا تھا۔"

☆☆☆

چار سال قبل

(ماہر فرید کے کشمالہ مبین کے ڈرائیور بننے سے تین برس قبل)

قاسم فرید کے آفس میں نیم تاریکی تھی۔ ماہر اضطراب کے عالم میں دائیں بائیں ٹہل رہا تھا۔ بار بار دروازے کو دیکھتا۔ پھر گھڑی کو۔ دفعتاً دروازہ کھٹکا۔ وہ چونک کے پلٹا۔ چہرے پہ خوف ابھرا۔ پھر چوکھٹ میں موجود سبرینہ کو دیکھ کے تنے اعصاب ڈھیلے ہوئے۔

☆☆☆

"ایک منٹ... ایک منٹ"... یاسمین نے ہاتھ اٹھا کے روکا۔ "ہم چار سال پیچھے کیوں جا رہے ہیں؟"

کھڑکیوں پہ بارش آنسوؤں کی صورت ہنوز گر رہی تھی۔ ماہر سر جھکائے' ٹھنڈی ہوتی کافی کا کپ پکڑے بیٹھا تھا۔ سوال پہ چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا۔

"اس نے سبرینہ کا ذکر کیا۔ اس سے مجھے اس کا خیال آیا۔ پتہ نہیں۔" وہ الجھا ہوا لگ رہا تھا۔

"تمام.....تمام..." یاسمین کی آواز نرم ہوگئی۔ "تم جس ترتیب سے بتانا چاہو' میں سن رہی ہوں۔"

☆☆☆

چوکھٹ میں موجود سبرینہ کو دیکھ کے اس کے تنے اعصاب ڈھیلے ہوئے۔

اس نے سر کے خم سے اشارہ کیا۔ وہ قدم قدم چلتی سامنے آ کھڑی ہوئی۔ سیاہ بالوں کی اونچی پونی ٹیل بنائے' بڑی بڑی آنکھوں والی سبرینہ کے چہرے پہ سنجیدگی تھی۔

"دونوں کام ہو گئے ہیں' سر۔ سیاہ گھوڑے کو میں نے خود پانی میں پھینک دیا ہے اور...."

"پانی میں کیوں؟" اس کی رنگت ابھی تک فق تھی۔

"شیطان آگ سے بنا ہے۔ اور شیطانی چیزوں میں آگ کی گرمائش ہوتی ہے۔ ان کو ٹھنڈا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اور دوسری چیز... ہلال اب آپ کے آفس نہیں آئے گی۔ میں نے اسے گھر ڈراپ کر دیا ہے۔"

ماہر نے سر اثبات میں ہلایا۔ "میں نہیں چاہتا اسے میری وجہ سے کچھ ہو۔"

سبرینہ نے سوچتی نظروں سے بک شیلف کی طرف دیکھا۔ وہ خانہ اب خالی تھا۔

"یہ گھوڑا کس نے دیا تھا آپ کو؟"

"تمس نے۔" اس نے آنکھیں بند کر کے کنپٹی کو سہلایا۔ سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔

"ہمیں تمس سے احتیاط کرنا ہوگی۔"



www.zemtime.com

"ایک گھوڑا میرا کیا بگاڑ سکتا ہے' سبرینہ۔" وہ تیزی سے میز کے پیچھے آیا اور اپنی چیزوں میں نہ جانے کیا تلاش کرنے لگا۔ "شمس بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ میں ماہر فرید ہوں۔" لہجہ بظاہر مضبوط بنا کے کہنا چاہا۔

"ماہر..." وہ نرمی سے کہتی دو قدم مزید آگے آئی یہاں تک کہ میز کے کنارے کو اس کی انگلیاں ٹکرانے لگیں۔

"اس دنیا میں بہت سی مخلوقات ایک ساتھ رہ رہی ہیں۔ جیسے چیونٹیاں۔ وہ اس دنیا کے تمام انسانوں سے زیادہ ہیں۔ لیکن میں اور آپ ان کی پرواہ نہیں کرتے تب تک..." رک کے وقفہ دیا۔ وہ بے اختیار اسے دیکھنے لگا۔

"جب تک کوئی چیونٹی آپ کے پیر پہ کاٹ نہ لے۔"

اسے دیکھتے ہوئے ماہر نے بہت سا تھوک نگلا۔ وہ جانتا تھا وہ کیا کہنے جا رہی ہے۔

"ہم دوسری مخلوق کی موجودگی پہ اس وقت چونکتے ہیں جب وہ ہماری زندگی کے دائرے میں داخل ہو جائے۔ ایسے ہی ایک مخلوق ہے جو ہمیں دکھائی نہیں دیتی۔ ان کو جنات کہتے ہیں۔"

بہت سا خوف رینگ کے جیسے آفس میں داخل ہوا اور ماہر فرید کے کندھوں پہ بوجھ کی طرح وارد ہونے لگا۔

"جنات وغیرہ کچھ نہیں ہوتے۔ سب ذہنی بیماریاں ہوتی ہیں۔ یہ ہلال والا... محض ایک اتفاق تھا۔" اس نے نگاہیں چراتے ہوئے فولڈ ہوئی لیپ ٹاپ اسکرین اونچی کی۔ پیشانی پہ بکھرے بال پسینے سے گیلے ہو رہے تھے۔

"اگر ہلال بھی اسے سن سکتی ہے' تو وہ کوئی انسان نہیں ہے۔ وہ ایک جن ہے اور وہ آپ کے پیچھے پڑ چکا ہے۔"

"ایسا کچھ نہیں ہے۔" وہ کھڑے کھڑے آدھا جھکا اسکرین کو دیکھ رہا تھا۔ کی بورڈ پہ ہاتھ رکھے تو انگلیاں کپکپا رہی تھیں۔

"اس کا حل ہے' ماہر۔" وہ نرمی سے اس کو دیکھ رہی تھی۔

"مجھے کوئی حل نہیں چاہیے۔" اس نے آواز کو سخت بنانا چاہا لیکن حلق خشک ہو چکا تھا۔

"آپ نے معدے کی دوا کی پرسکرپشن کیوں ری فل کروائی تھی؟"

ماہر نے چونک کے اسے دیکھا۔ سبرینہ غور سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"معدے کی دوا؟" اسے یاد آیا۔ "مجھے... کبھی کبھی معدے میں درد ہوتا ہے۔"

"اور کیا وہ درد آپ کے گلے تک پہنچ چکا ہے؟"

وہ جہاں تھا' وہیں ٹھہر گیا۔

"ہاں۔ پہلے سینے تک۔ پھر گلے تک۔" الفاظ حلق میں اٹک گئے۔ بے اختیار گردن پہ ہاتھ رکھا۔

"جیسے تمام امراض معدے سے جڑ پکڑتے ہیں' ویسے ہی جب جادوگر کسی جن کو انسان کے پیچھے لگاتے ہیں تو وہ سب سے پہلے اس کے معدے میں جا کے چھپتا ہے۔ اور وہاں سے وہ اس کے تمام اعضاء کو متاثر کرنے لگتا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ آپ کے دماغ تک پہنچے' آپ کو اس کے بارے میں کچھ کرنا ہوگا۔"

وہ چند لمحے کچھ بول نہ سکا۔ پھر چہرہ سرخ ہوا۔ غصے سے لیپ ٹاپ اسکرین فولڈ کی۔

"تم پاگل ہو؟" اس کی آواز بلند ہوئی۔ "تم کس شہر میں کھڑی ہو کے کیسی بات کر رہی ہو؟"

"اس شہر میں ہر تیسری گلی میں ایک جادوگر بیٹھا ہے۔ مسلمان' ہندو' یہودی اور عیسائی۔ ہر دین کا جادوگر الگ ہے۔ کبھی چلیں میرے ساتھ۔ دکھاؤں گی آپ کو۔"

وہ مسکرائی۔ اس کے گال کی ہڈی کافی اونچی تھی۔ مسکرانے سے آنکھیں لانبی ہو جاتی۔ ان میں ایک چمک تھی۔ کچھ شفاف سا۔ ماہر کے ماتھے کی



www.zemtime.com

لکیریں ڈھیلی ہوتی گئیں۔

"تم... تم کیا کہنا چاہتی ہو؟ میرے معدے کا ان آوازوں سے کیا تعلق؟"

"یہ possession (قبضہ) کا پہلا سائن ہے۔"

"پزیشن؟" اس کا چہرہ سفید پڑنے لگا۔

"آپ کے گرد ایک..." اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ "ایک تاریک سی انرجی ہے۔ ایک سایہ سا جو آپ کے جسم میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔ وہ آپ کے دل و دماغ کا کنٹرول حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اگر آپ اپنا کنٹرول واپس نہیں لیں گے تو وہ ہر چیز پہ قابض ہو جائے گا۔ وہ آپ سے اپنی مرضی کے فیصلے کروائے گا۔ میں آپ کی مدد کرنا چاہتی ہوں سر۔" وہ قطعی انداز میں کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانک رہی تھی۔ "کیا آپ مجھے اپنی مدد کرنے دیں گے؟"

اس نے اپنے سر کو اثبات میں ہلتے ہوئے محسوس کیا۔ اس کا ذہن یقین اور بے یقینی کے درمیان الجھا تھا۔

"تم یہ سب کیسے جانتی ہو؟" اسے اپنی آواز سنائی دی۔

"میری وجہ سے ایک انسانی جان ایک جن کے حوالے ہو گئی تھی۔ میں یہ دوبارہ نہیں ہونے دوں گی۔" اس کی آنکھوں میں گلابی سی نمی تیرنے لگی۔

"اس اتوار آپ میرے ساتھ کہیں چلیں گے۔ اور جو میں کہوں گی وہی کریں گے۔"

ماہر کا سر پھر سے اثبات میں ہلا۔ اس کے سارے جسم پہ ٹھنڈے پسینے آ رہے تھے۔

☆☆☆

کاٹیج کے باہر بنی جھیل تاریکی میں ڈوبی تھی۔ اس کے کنارے کھڑے دو سایے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

"کچھ کہو گے نہیں؟" زیاد سلطان نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا جو خاموشی سے اس کو دیکھ رہا تھا۔ "یا شاید تم سمجھ رہے ہو کہ میں باہر لا کے تم پہ گولی چلا سکتا ہوں؟"

"میں کسی سے نہیں ڈرتا' زیاد۔ نہ انسان سے۔ نہ جن سے۔" وہ بولا تو اس کی آنکھوں کی پتلیاں ہنوز سکڑی ہوئی تھیں مگر آواز ہموار تھی۔

"میں وقت سے پہلے کوئی کام نہیں کرتا۔ جیسے تمہاری زندگی میرے ہاتھوں ہی ختم ہو گی' ماہر فرید۔ لیکن ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ اسی لیے آج رات میں تمہیں زندہ رہنے دوں گا۔"

جیبوں میں ہاتھ ڈالے زیاد اس کی طرف رخ موڑے کھڑا کہہ رہا تھا۔

ماہر نے دھیرے سے ہنس کے سر جھٹکا اور پانی کو دیکھنے لگا۔

"موت اور زندگی مکتوب ہوتی ہے' زیاد۔ تم مجھے میری موت سے پہلے مار نہیں سکتے۔ اور جس دن میری گھڑی آ پہنچے گی' اس کے بعد کوئی مجھے زندہ رکھ نہیں سکے گا۔ میں صرف تمہارا یہ نیا رخ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ تم مجھے تب بھی جانتے تھے جب میں کشمالہ کا ڈرائیور بن کے تم سے ملا۔ لیکن تم نے ظاہر نہیں کیا۔ میں تمہیں بہت کچھ سمجھتا تھا' سوائے ایک اداکار کے۔ لیکن...." گہری سانس لے کر تحسین سے کندھے اچکائے۔ زیاد کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ وہ پانی کو دیکھ رہا تھا اور زیاد اسے۔

"آہستہ آہستہ تم میرے کام کرنے کے طریقے سے واقف ہو جاؤ گے۔"

"وہ تم تھے۔ ہمیشہ سے۔" وہ پانی کو دیکھتے ہوئے جیسے یاد کر کے کہہ رہا تھا۔

"لفٹ میں کشمالہ پہ حملہ تم نے کروایا تھا۔ وہ جب اٹھی تو سر پہ ہاتھ رکھ کے درد سے کراہ رہی تھی۔ یعنی حملہ آور نے اس کے چند بال توڑے تھے۔ تمہیں سحرِ عشق کے لیے اس کے بال چاہیے تھے۔"

زیاد نے ہلکے سے کندھے اچکائے۔

"تم جانتے تھے میں کیف نہیں' ماہر فرید ہوں۔ لیکن تم نے کشمالہ کو نہیں بتایا۔ ورنہ وہ پوچھتی



www.zemtime.com

کہ تم مجھے کیسے جانتے ہو۔اور اس سوال سے تم ڈرتے تھے۔" ماہر نے چہرہ موڑ کے اسے دیکھا۔زیاد سلطان کے اطمینان میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔

"تم سبرینہ کو اپنی منگیتر کہتے ہو حالانکہ اس کا کوئی منگیتر نہیں تھا۔میں ابھی تک اس فریب کی وجہ نہیں سمجھ سکا۔"

زیاد دھیرے سے مسکرایا۔لیکن اس کی آنکھوں میں تپش تھی۔

"سبرینہ تمہاری وجہ سے موت کے منہ میں گئی تھی' ماہر فرید۔تم ایک سائیکو پیتھ ہو۔اور یہ تمہارا طریقہ واردات ہے۔تم پہلے عورتوں کو خود سے محبت میں مبتلا کرتے ہو۔پھر ان کو زمانے کے حوالے کر کے چھوڑ دیتے ہو۔تم نے سبرینہ کے ساتھ یہ کیا' اور اپنی کزن زارا کے ساتھ بھی۔"

وہ چونکا۔ابرو استعجاب سے اٹھے۔

"واللہ' زیاد سلطان مجھ سے اچھی طرح واقف ہیں۔" آواز میں طنز در آیا۔

"اور اب تم کشمالہ کے ساتھ بھی یہی کر رہے ہو۔" زیاد کی مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی۔اس ملاقات میں پہلی دفعہ اس کے چہرے پہ ایک ایسا جذبہ ابھرا تھا جسے وہ قابو نہیں کر سکا تھا۔بے بسی بھرا طیش۔ماہر فرید نے غور سے اسے دیکھا۔

"کیا تم اپنی بیوی پہ شک کر رہے ہو؟"

"نہیں۔" اس نے گہری سانس لی۔"میں جانتا ہوں کل تم اس سے ملے تھے۔کیوں ملے تھے' مجھے اس سے سروکار نہیں ہے۔آئندہ بھی ملو گے' کیونکہ یقیناً تم شادی پہ مدعو ہو گے۔اور میں تمہیں اس سے ملنے سے نہیں روکوں گا۔"

"اچھا۔پھر کس چیز سے روکو گے؟" وہ جیسے زیاد کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔پی کیپ اس کے چہرے پہ سایہ کیے ہوئے تھی۔یا شاید وہ جھیل کنارے پھیلی تاریکی تھی۔وہ اس کو پڑھنے میں ناکام ہو رہا تھا۔

"تم ایک اچھے بزنس مین ہو۔اور میں چاہتا ہوں کہ میں اور تم ایک ڈیل کر لیں۔"

مصنوعی جھیل کے کنارے ایک لمحے کے لیے خاموشی چھا گئی۔

☆☆☆

(چار سال قبل)

وہ ایک طویل سڑک تھی جس پہ کار دوڑتی جا رہی تھی۔آسمان سرمئی بادلوں سے بوجھل تھا جو پانی کے وزن تلے مسلسل رس رہے تھے۔یہ پانی کار کی کھڑکیوں سے ٹکراتا نیچے بہہ رہا تھا۔ماہر شیشے سے سر ٹکائے باہر بھاگتے سبزہ زار کو دیکھ رہا تھا۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"آپ دیکھ لیں گے۔"

ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھی سبرینہ نے چہرہ موڑ کے اسے دیکھا اور پھر دوبارہ سامنے دیکھنے لگی۔اونچی پونی بار بار جھولتی تھی۔وہ اسی طرح باہر دیکھے گیا۔آنکھوں تلے حلقے' اور کمزور' ویران چہرہ اسے مہینوں کا بیمار ظاہر کرتا تھا۔

ایک چھوٹے سے ٹاؤن میں ایک جگہ سبرینہ نے کار روکی۔پتھروں سے بنی سڑک کے دونوں اطراف مخروطی چھتوں والے گھر تھے جو کئی منزلہ اونچے تھے۔وہ دونوں ساتھ ساتھ ایک گھر میں داخل ہوئے۔

اندر اندھیرا سا تھا۔آج بادلوں نے سورج کو کھل کے چمکنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ایک سنگی زینہ گول گول اوپر جاتا تھا۔وہ آگے تھی اور وہ کسی معمول کی طرح پیچھے زینے چڑھ رہا تھا۔وہ ایسے چل رہی تھی جیسے در و دیوار سے مانوس ہو۔البتہ ہر اٹھتے قدم کے ساتھ ماہر کا دل تنگ ہو رہا تھا۔جیسے صبح کا ناشتہ ہضم تک کھڑا تھا۔

کچھ عجیب سا تھا اس جگہ کے بارے میں،ابکائی پھر سے اوپر آنے لگی۔

"بیٹھ جائیں' سر۔" اس نے اشارہ کیا۔لیکن



www.zemtime.com

ہوئے بغیر اوپر گلے تک آرہا ہو۔ جیسے وہ ابکائی کو دبا رہا ہو۔

آگے ایک راہداری تھی جس میں لیمپ جلے تھے۔ سبرینہ ایک دروازے کے باہر جا کھڑی ہوئی۔ جوتوں کے ریک میں جوتے اتار کے رکھے۔ وہ خاموشی سے اس کے پیچھے جوتے اتارنے لگا۔ اس نے سیاہ پینٹ پہ سیاہ رنگ کا ہائی نیک سویٹر پہن رکھا تھا۔ آج اسے سردی نہیں لگ رہی تھی۔ سبرینہ البتہ کوٹ اور مفلر اوڑھے ہوئے تھی۔ سر پہ اسکارف تھا جس کے نیچے پونی پھنسی سی گئی تھی۔

وہ اس کے پیچھے جھکتا ہوا اندر داخل ہوا۔

اندر ایک طویل سا ہال تھا جس کی اونچی کھڑکیوں پہ پانی کی بوندیں جمی تھیں۔ ہال میں بہت سی کرسیاں لگی تھیں اور کئی لوگ وہاں بیٹھے تھے۔ ایک طرف عورتیں۔ دوسری جانب مرد۔ ہال کے سرے پہ ایک مرکزی کرسی پہ ایک باریش آدمی بیٹھا تھا۔ وہ سر جھکائے تلاوت کر رہا تھا۔ خاموشی میں اس کی مدھم سی آواز سنائی دیتی تھی۔

"سبرینہ..." اس نے بے چینی سے سرگوشی کی۔ "مجھے کسی دینی اسکالر کا لیکچر نہیں سننا۔"

"شش۔" اس نے چپ کروایا اور متلاشی نظروں سے اطراف میں دیکھنے لگی۔ وہ کسی کو ڈھونڈ رہی تھی۔ یک دم اس کی آنکھیں چمکیں۔ وہ آخری قطار تک آگئی۔ وہ کسی مقناطیس کی طرح اس کے پیچھے چلتا آرہا تھا۔

وہاں ایک کم عمر لڑکا بیٹھا تھا۔ بارہ چودہ برس کا، اس نے نظر کا چشمہ لگا رکھا تھا۔ گول ہیری پوٹر فریم لیکن فریم کا رنگ سفید تھا۔ سبرینہ نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ اس نے چہرہ اٹھایا۔ پھر دوبارہ نیچے دیکھنے لگا۔ وہ اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ ماہر ابھی وہ ان کے ساتھ نہیں بیٹھا۔ وہ اگلی قطار میں بیٹھ گیا۔ قطاریں نیم دائرے کے رخ پہ تھیں۔ اسے یہاں سے سبرینہ اور اس لڑکے کا چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔

وہاں موجود سب افراد خاموشی سے اس آدمی کو دیکھ رہے تھے۔ وہ اس کے حلیے سے بتا سکتا تھا کہ وہ کوئی دینی اسکالر ہے۔ کیا وہ لیکچر دینے لگا ہے؟ وہ لیکچر نہیں سننا چاہتا تھا۔ کچھ تھا اس جگہ کے بارے میں جو دل تنگ کرتا تھا، خوف سا آتا تھا۔ اس نے سر اٹھا کے دیکھا۔ فانوس جل رہے تھے۔ خوشبو پھیلی تھی۔ صاف ستھرا سا ہال۔ پھر بھی کچھ عجیب تھا وہاں۔

"بسم اللہ ارقیک...." باریش شیخ کی آواز آہستہ آہستہ بلند ہونے لگی۔

دفعتاً اسے دائیں جانب حرکت کا احساس ہوا۔

اس سے ایک نشست چھوڑ کے ایک بوڑھا آدمی بیٹھا تھا۔ وہ گردن کو دائیں طرف گھما رہا تھا۔ پہلے دایاں کان کندھے کے قریب کان لے گیا۔ پھر بایاں کان دوسرے کندھے کے قریب۔ ماہر نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ ایک دم وہ چونکا۔ ہال میں موجود بہت سے سر ہلنے لگے تھے۔ کوئی کندھوں کے قریب کان لے جا رہا تھا۔ کوئی درد سے کراہتا شانے پہ ہاتھ رکھ رہا تھا۔ کسی نے سر پکڑ لیا تھا۔

باریش آدمی کی تلاوت اونچی ہونے لگی۔ ویسے ہی سسکیاں بلند ہوئیں۔ آہیں۔ دبی دبی چیخیں۔

"بس کرو..." ایک عورت چہرہ اٹھا کے پنجابی میں غرائی، اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ "میں نہیں جاؤں گا۔"

ماہر ایک دم کرنٹ کھا کے کھڑا ہوا۔ آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

قاری کی آواز بلند ہو رہی تھی۔ وہ سکون سے کی تلاوت کر رہا تھا۔



www.zemtime.com

ہال میں اب شور بلند ہو رہا تھا۔ وہاں بیٹھے تمام انسان ایک سے نہیں تھے۔ کچھ تھے جو تکلیف سے جسم کے کسی عضو کو پکڑے ہوئے تھے۔ کچھ عجیب غراہٹ کے ساتھ دبا دبا سا چلا رہے تھے۔ اور کچھ تھے جو بالکل ٹھیک تھے۔ وہ ان لوگوں کے ساتھ آئے ہوئے تھے اور اپنے پیاروں کے چہرے فکر مندی اور بے بسی سے دیکھ رہے تھے۔

سبرینہ بھی اس لڑکے کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ اس نے اپنا کوئی عضو دوسروں کی مانند پکڑ نہیں رکھا تھا۔

ماہر کی نگاہ اس پہ ٹک گئی۔

وہ لڑکا گردن سیدھی رکھے، آنکھیں میچے، بس رو رہا تھا۔ رونے سے چہرہ گلابی ہو رہا تھا اور آنسو زار و قطار عینک کے نیچے سے بہہ رہے تھے۔

وہ بنا پلک جھپکے اس لڑکے کو دیکھ رہا تھا۔ وہ تکلیف میں تھا یقین وہ چیخ نہیں رہا تھا۔ نہ کچھ کہہ رہا تھا۔

وہ صرف بنا آواز کے رو رہا تھا۔

اور سبرینہ آنکھوں میں نمی لیے اسے دیکھ رہی تھی۔

اس کے معدے کا درد پھر سے اٹھ رہا تھا۔ اسے لگا اسے ابکائی آجائے گی۔ وہ ایک دم دروازے کی طرف بھاگا۔

"ماہر۔ رکو۔" سبرینہ بے اختیار اس کے پیچھے لپکی۔ انہیں کسی نے نہیں روکا۔ وہاں سب کے اپنے غم تھے۔

"ماہر... ماہر....." وہ اسے پکار رہی تھی لیکن وہ نہیں رکا۔ تیزی سے سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ چہرہ خوف سے سفید پڑ رہا تھا۔

"پلیز میری بات سنیں...." وہ دروازے سے نکل رہا تھا جب سبرینہ نے اسے کہنی سے تھام کے روکنا چاہا۔

وہ کرنٹ کھا کے پلٹا۔ غصے سے بازو چھڑایا۔

"تم پاگل ہو سبرینہ۔" وہ چلایا۔ "تم مجھے کیسی جگہ لے آئی ہو۔ یہ سب فراڈ ہے۔ وہ آدمی اسکامر (scammer) ہے۔ اور یہ سب لوگ..." اس نے بازو لمبا کر کے اوپر سیڑھیوں کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ سب ذہنی طور پہ بیمار لوگ ہیں۔ یا پھر اداکار۔ یہ... یہ ڈرامہ کر رہے ہیں۔ وہ بچہ بھی جو رو رہا تھا..."

"وہ میرا بھائی ہے ماہر۔" اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ "وہ پوزسیڈ ہے۔ اس کا علاج..."

لیکن اس نے نہیں سنا۔ اس نے کار کی چابی چھینتے ہوئے اس سے لی اور دروازہ کھول کے باہر نکل گیا۔ بارش اب تیز ہو چکی تھی۔ ڈرائیونگ ڈور تک جاتے ہوئے وہ بھیگ چکا تھا۔ وہ وہیں چوکھٹ میں کھڑی دکھی دل سے اسے دیکھے گئی۔ وہ بڑبڑاتے ہوئے دروازہ کھول رہا تھا۔ اس کا چہرہ ابھی تک سفید تھا۔

اس چھوٹے شہر کی فضا میں خوف اور وحشت نے بادلوں کی طرح اندھیرا کر دیا تھا۔

☆☆☆

بادل سامنے سے ہٹے اور چاند کو راستہ دیا تو جھیل کا پانی چمکنے لگا۔

وہ دونوں ہیولے ہنوز آمنے سامنے کھڑے تھے۔ ایک طرف جھیل اور دوسری طرف کا ٹیج تھا۔

"تم میرے ساتھ ڈیل کرنا چاہتے ہو یا تمہارا (ماہر نے دونوں ہاتھوں سے کوٹ ان کوٹ کا نشان بنایا) سرکار؟"

"سرکار کو ہماری ملاقات کے بارے میں علم نہیں ہے۔"

زیاد سلطان مسکرایا اور ماہر کے لبوں سے ایک گہری سانس خارج ہوئی۔

کسی دوسرے کے منہ سے سرکار کا نام سن کے ایک بہت بڑا بوجھ کندھوں سے اتر گیا تھا۔ سرکار اس کے ذہن کی اختراع نہیں تھا۔ سرکار واقعی وجود رکھتا تھا۔

"یعنی تم اپنے سرکار کو بھی دھوکہ دے رہے ہو۔" وہ بہت دیر بعد مسکرایا۔ "تمہیں اس نے



www.zemtime.com
ZEMTime SINCE 2014

ہلال کی نینی کو تلاش کرنے بھیجا تھا لیکن تم یہاں اپنے مقصد کے تحت آئے ہو۔"

"کہا نا' آہستہ آہستہ تم میرے کام کرنے کے طریقے سے واقف ہو جاؤ گے۔" زیاد تاریکی میں تھا۔ وہ دو قدم آگے آیا تو چہرہ روشنی میں آیا۔ مدھم چاندنی میں وہ اس کی آنکھوں میں آئی چمک دیکھ سکتا تھا۔ وہ پوری تیاری سے آیا تھا۔

"میں سن رہا ہوں۔" ماہر اس کے چہرے سے نظریں نہیں ہٹا رہا تھا۔

"میں اپنی بیوی پہ شک نہیں کرتا۔"

"غلط۔ تمہارا شک تمہیں یہاں تک لایا ہے لیکن کہو۔" ہاتھ گھما کے بات جاری رکھنے کا اشارہ کیا۔

"میں اپنی بیوی پہ شک نہیں کرتا۔" اس نے زور دے کر دہرایا۔ "لیکن میں تم پہ بھی اعتبار نہیں کرتا۔ تمہیں جب موقع ملے گا' تم میری اور اس کی شادی توڑنے کی کوشش کرو گے۔"

"یعنی میں اس کو تمہاری اصلیت بتا سکتا ہوں۔ اور تمہیں یہ خوف ہے کہ وہ اس پہ یقین کر لے گی۔"

زیاد سلطان ایک لمحے کے لیے کچھ بول نہ سکا۔ صرف لب بھینچ لیے۔

"تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"سرکار جو بات تمہیں سمجھ سکا' وہ میں سمجھ گیا ہوں۔ ہم تم سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے۔ اس لیے ہم دونوں ایک ڈیل کر لیتے ہیں۔ جس کے بعد ہمارے راستے الگ ہوں گے۔" اس نے وقفہ دیا۔

"تمہیں ہلال یا کشمالہ میں سے کسی ایک کو چننا ہوگا۔"

زیاد اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ وہ دونوں جھیل کنارے آمنے سامنے کھڑے تھے، جیسے چاندی کا لبادہ اوڑھے دو سایے ہوں۔

"ہلال کہاں ہے' میں جانتا ہوں۔ اسے سرکار کی قید سے کیسے نکالنا ہے' یہ میرے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ صرف میں ہوں جو تمہیں تمہاری بہن سے واپس ملا سکتا ہوں۔"

ماہر کے جسم کے تمام اعصاب کان بن گئے۔ سانس تک رک گیا۔

"اگر تم کشمالہ کو چنتے ہو' تو تم کاٹیج میں بنی ہماری ویڈیو بھی اس کو دکھا سکتے ہو اور میرے بارے میں اپنی تھیوریز بھی اس کے ساتھ شیئر کر سکتے ہو۔ جیسے چاہو میری اور اس کی شادی خراب کر سکتے ہو۔"

وہ بنا پلک جھپکے زیاد کو دیکھ رہا تھا۔

"لیکن اگر تم ہلال کو چنتے ہو' تو تمہیں میری بیوی سے دور رہنا ہوگا۔ اور بدلے میں' میں تمہاری بہن کو تمہارے پاس واپس لے آؤں گا۔ خود سرکار بھی مجھے نہیں روک سکے گا۔"

میں کیسے مان لوں کہ تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"کیا تمہارے پاس کوئی دوسرا آپشن ہے؟"

زیاد سلطان مسکرایا۔ ماہر اب نہیں مسکرا رہا تھا۔ اس کے چہرے کی رنگت بدل چکی تھی۔

"وہ جہاں ہے' اسے وہاں سے میرے علاوہ کوئی نہیں نکال سکتا' ماہر بے۔" وہ توڑ توڑ کے الفاظ ادا کر رہا تھا۔

"میں ہلال کو تمہیں واپس لا دوں گا۔ تم اپنی زندگی میں خوش اور ہم اپنی زندگی میں۔ بتاؤ۔ کیا تمہیں میری ڈیل منظور ہے؟"

کاٹیج' جھیل کا پانی اور چاند کی مدھم روشنی' سب خاموش گواہ بنے انہیں دیکھ رہے تھے۔

☆☆☆

"زیاد کو تمہارے ساتھ معاہدہ کرنے کے لیے کس چیز نے مجبور کیا؟ اس کے شک نے؟ یا خوف نے؟" یاسمین قلم لبوں میں دبائے سوچتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

ماہر نے چہرہ اٹھایا۔ پھر ٹھنڈا کپ ایک طرف رکھا۔ آفس میں ہیٹر کی گرمائش پھیلی تھی۔ پھر بھی اس کے ہاتھ ٹھنڈے ہو رہے تھے۔ اس نے ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھے تھرو کے اندر کر لیں۔ ایک دم جیسے



www.zemtime.com

ٹکور سی ملی۔

"شاید دونوں نے۔ مگر وہ میری توقع سے زیادہ مجھے جانتا تھا۔" اس نے جیسے جھرجھری لے کر اعتراف کیا۔

"جب تم کالج سے واپس آئے تو کیا ہوا؟"

"میں گھر پہنچا ہی تھا کہ مجھے ماہ بینہ کا میسج موصول ہوا۔ وہ اپنے بھائی کی شادی کے لیے استنبول آرہی تھی اور مجھ سے ملنا چاہتی تھی۔ ہماری ملاقات بہت عرصے سے طے تھی لیکن ہو نہیں پارہی تھی۔"

یاسمین کی آنکھوں میں اچنبھا ابھرا۔ اس نے رک کے اپنے نوٹس دیکھے۔

"مجھے پھر سے یاد کرواؤ کہ تم مالا کی بہن کو کیسے جانتے تھے؟"

☆☆☆

چار سال قبل۔

وہ اس روز سبرینہ کو اس چھوٹے شہر میں چھوڑ کے خود لندن واپس آگیا تھا۔ وہ بارش میں واپس ہے، ان ہوئی اسے نہیں معلوم تھا۔ نہ وہ پوچھنا چاہتا تھا۔ اس نے سبرینہ کا سامنا نہیں کیا۔ وہ اس سے ناراض تھا یا شاید اسے اس پر غصہ تھا۔

اگلے روز اسے دوہا جانا تھا۔ وہ آفس گئے بغیر چلا گیا۔ اس نے طے کرلیا تھا کہ وہ چند دن لندن سے دور رہے گا۔ ہلال سے دور۔ شمس سے دور۔ اپنے معدے کی دواؤں کے ساتھ۔ دوہا کے اپارٹمنٹ میں قید ہو کے۔

("میں سبرینہ سے ناراض تھا۔ شاید وہ بھی مجھ سے ناراض تھی۔ اسے ہونا بھی چاہیے تھا۔ میں نے اس کے بھائی کے رونے کو اداکاری کہا تھا۔"

اس نے آنکھیں بند کیں۔ ایک کرب سا چہرے پہ پھیل گیا۔

"لیکن میں نے اس سے معذرت نہیں کی۔ ان دنوں میرے غصے کے آگے کچھ نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ مجھے معذرت کرنی چاہیے تھی۔ لیکن میں نہیں کرسکا۔ وہ ہمیشہ میرے مسئلے حل کرتی تھی۔ میں خود نہیں جانتا کہ وہ میرے پیٹھ پیچھے میرے لیے کتنی جنگیں لڑتی ہوگی۔")

☆☆☆

شمس کار ڈرائیو کرتے ہوئے موڑ کاٹ رہا تھا۔ ناک پہ غصہ تھا اور آنکھوں میں بے بسی۔ کار فون آن تھا اور اس سے نگینہ بیگم کی آواز گونج رہی تھی۔

"یہ کیسے ہوا شمس؟" ان کا لہجہ تیز تھا۔

"نہیں معلوم۔ بس اتنا جانتا ہوں کہ ماہر نے وہ گھوڑا پھینک دیا ہے۔ اس لیے اب آپ کا بھیجا نیا تحفہ..." ایک نظر فرنٹ سیٹ پہ ڈالی جہاں چھوٹا سا پیکٹ رکھا تھا... "اس کے آفس میں رکھنے جا رہا ہوں۔"

کار سگنل پہ رکی۔ اس نے جھنجھلا کے خوامخواہ ہارن دیا۔ اردگرد کے لوگ ناگواری سے پلٹ کے اسے دیکھنے لگے۔

"وہ تمہیں یہ رلے دے گا؟"

"وہ قطر میں ہے۔ اسے معلوم نہیں ہوگا۔"

"میرا سوال وہیں ہے۔ یہ سب کیسے ہوا؟" نگینہ بیگم کی آواز میں غراہٹ تھی۔ شمس چونکا۔

"سرکار... ایک گھوڑا ہی تھا۔ اس نے پھینک دیا۔ ہم اگلا ہتھیار رکھ دیں گے اور..." سگنل کھل گیا۔ اس نے کار آگے بڑھائی۔

"کم عقل انسان، بات ایک گھوڑے کی نہیں ہے۔" وہ اتنی برہمی سے بولیں کہ شمس گڑبڑا کے چپ ہوگیا۔

"جانتے ہو اس گھوڑے میں کون چھپا ہوا تھا؟"

شمس نے خشک لبوں پر زبان پھیری۔ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کہے۔ وہ ان چیزوں کے بارے میں موٹا موٹا علم رکھتا تھا۔ باریک بینیوں سے واقف نہ تھا۔

"آپ... آپ کا کوئی موکل؟"

"وہ آصف تھا۔ اور آصف کوئی عام موکل نہیں تھا۔" ان کی آواز میں اب ملال در آیا۔ "اس کی عمر



www.zemtime.com

ڈیڑھ سو برس سے اوپر تھی۔ جانتے ہو ایک موکل قابو کرنے میں کتنا وقت اور توانائی لگتی ہے؟ کئی ہفتے خود کو گندا میلا رکھنا ہوتا ہے۔ نجاست سے بھر کے۔ قبرستان میں قبروں کے درمیان بیٹھ کے راتیں گزارنی ہوتی ہیں۔ اور پھر ایسے جنات قریب آتے ہیں جو شدید نجاست کو پسند کرتے ہوں۔ ایک دفعہ وہ قبضے میں آجائیں تو ہم انہیں خود سے باندھ لیتے ہیں۔"

"کیسے؟"

"خوف سے۔ خوف اس دنیا کا سب سے قدیم ترین ہتھیار ہے۔ ہم جن کو ڈراتے ہیں کہ اگر اس نے ہم سے آزادی حاصل کرنے کی کوشش کی تو ہم اس کا رزق روک دیں گے اور اس کی جان لے لیں گے۔ موکل سمجھتا ہے کہ عامل اس کی جان اور اس کے رزق کا مالک ہے۔ اس خوف کے تحت وہ برسوں ہماری خدمت کرتا ہے۔"

شمس کی کارست ہو چکی تھی۔ وہ سانس روکے سن رہا تھا۔

"اس نے برسوں سے ہمارے ساتھ تھا۔ وہ مسلمان تھا۔ ہمارے ہتھے مسلمان۔" ان کے لہجے میں طنز تھا۔ "مسلمان موکل کو آزاد کروانا آسان نہیں ہوتا۔ جب سحر کے مریض، روحانی معالجوں اور علماء کے پاس لے جائے جاتے ہیں تو وہ ان پہ قرآن پڑھتے ہیں۔ قرآن جن کو ظاہر کر دیتا ہے۔ معالج عالم اس کو کہتا ہے کہ مریض کا پیچھا چھوڑ دو۔ جن نہیں مانتا۔ لیکن معالج ہر چند دن بعد مریض پہ قرآن کی تلاوت کر کے جن کو کمزور کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ کئی ہفتوں یا مہینوں کی محنت کے بعد جب جن کو یقین آجاتا ہے کہ اس کے رزق اور جان کا مالک صرف اللہ ہے تو وہ جادوگر کی قید سے خود کو آزاد کر لیتا ہے۔ لیکن جانتے ہو اس دن کیا ہوا؟"

"کیا؟"

"کسی نے آصف کو آزاد کر دیا۔ ایک ہی گھڑی میں آصف صرف گھوڑے سے ہی نہیں نکلا، بلکہ میری قید سے بھی رہا ہو گیا۔ کسی نے اسے آزاد کیا ہے شمس۔" ان کی آواز غیض و غضب سے کانپ رہی تھی۔

"شاید ماہر نے؟" شمس الجھ گیا۔

"آصف جا چکا ہے اور ہمارے پاس جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ مگر اس روز کیا ہوا تھا، یہ تم معلوم کر کے دو گے۔ اب یہ معاملہ ہمارے لیے تمہارا کام نہیں رہا۔ اب یہ ہماری انا کا مسئلہ ہے۔ ہمارا برسوں پرانا موکل جس کی وجہ سے ایک لمحے میں ہمیں چھوڑ کے گیا ہے، وہ شخص حساب دے گا۔"

شمس نے الجھ کے فون رکھا۔ پھر سر جھٹکا۔ وہ یہ بات کس سے معلوم کرے گا؟

ماہر کے آفس میں معمول کے کام جاری تھے۔ شمس کو ہال میں داخل ہوتے بہت سے لوگوں نے دیکھا، لیکن کوئی ردعمل نہیں دیا۔ وہ ماہر فرید کا سوتیلا باپ تھا۔ وہ یہاں جب مرضی چاہے آسکتا تھا۔

شمس تیز قدموں سے ناک کی سیدھ میں دیکھتا آگے بڑھ رہا تھا۔ ایک ہاتھ میں پیکٹ تھام رکھا تھا۔ ماہر کے آفس کا دروازہ کھولا تو اندر اندھیرا تھا۔

شمس کے لبوں پہ مسکراہٹ در آئی۔ اطمینان سے اندر داخل ہو کے اس نے احتیاط سے دروازہ بند کیا۔ پھر بتی جلائی۔ کمرہ روشن ہوا۔

اگلے ہی لمحے اس کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔

"ہیلو شمس صاحب۔" ماہر کی کرسی پہ ایک لڑکی بیٹھی تھی۔ سیاہ بالوں کی اونچی پونی بنائی، ٹھوڑی تلے ہاتھ رکھے۔ وہ مسکرا کے شمس کو دیکھ رہی تھی۔

"تم کون؟" شمس نے بدقت تاثرات نارمل کیے۔ حالانکہ وہ اس کو پہچان گیا تھا۔ یہ ماہر کی نئی سیکرٹری تھی۔

"سبرینہ۔ اور آپ یقیناً شمس ہیں۔"

"ہوں۔ تم جاؤ۔ میرے لیے کافی لاؤ۔ مجھے کچھ کام ہے۔" وہ عام سے انداز میں کہتا آگے بڑھا اور کوٹ اتارنے لگا جیسے یہاں بیٹھ کے کام کرنے کا ارادہ ہو۔

www.zemtime.com
ZEMTime SINCE 2014

"ہاتھ میں کیا ہے؟" وہ مشکوک نظروں سے اسے دیکھتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی مسکراہٹ اب غائب تھی۔

"یہ ماہر کی ماں نے اس کے لیے بھیجا ہے۔" اس نے پورے اعتماد سے وہ پیکٹ میز پہ رکھا۔ "یہ پری امبارگو کیوبن سگارز ہیں جو اسے تحفے میں..."

"امبارگو سے پہلے کے سگار ہوں یا تیسری جنگ عظیم کے بعد کے، جن ہاتھوں سے آپ انہیں یہاں لائے ہیں، انہی سے واپس لے جائیں۔"

اس نے چٹکی بجا کے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ شمس الدین کا چہرہ سرخ ہوا۔

"لڑکی... تم ہوش میں ہو؟ میں ماہر کا سوتیلا باپ ہوں۔"

"سگے ہوتے تب بھی میرا یہی جواب ہوتا۔" وہ سینے پہ بازو لپیٹے کسی دیوار کی طرح اس کے سامنے کھڑی تھی۔

"جو گھوڑا آپ نے رکھا تھا، وہ ہم پھینک چکے ہیں۔ اب آپ یہاں کوئی چیز لا کے نہیں رکھ سکتے۔ جا کے اپنے جادوگر کو کہہ دیں کہ وہ کسی دوسرے گھر کا رخ کرلے۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے نڈر انداز میں کہہ رہی تھی۔ "جادو کی جس نجاست میں آپ پھنسے ہوئے ہیں، وہ آپ کی قبر کو انگاروں سے بھر ہی رہی ہے، لیکن دنیا میں بھی آپ کو رسوا کرے گی۔ میں نے آج تک جادو کرنے اور کروانے والوں کو عزت کی موت مرتے نہیں دیکھا۔"

"کیا بکواس... یہ تم مجھ پہ الزام لگا رہی ہو۔" شمس کا سارا جسم غصے سے کانپنے لگا تھا۔

"آپ کا داخلہ آج سے اس عمارت میں بند ہے۔ آپ کا سیکیورٹی کارڈ میں بلاک کر رہی ہوں۔ آپ آئندہ یہاں قدم نہیں رکھ سکتے۔"

شمس چند لمحے اسے دیکھے گیا۔ پھر کیوبن سگارز کا باکس اٹھایا، اور زہر خند انداز میں مسکرایا۔

"تم بھول رہی ہو کہ میں ہلال کا باپ ہوں۔ اسے ڈراپ کرنے اور واپس لینے کسی بھی وقت یہاں آسکتا ہوں۔"

"سوری میں بتانا بھول گئی۔ ہلال کا داخلہ بھی یہاں بند ہے۔" اس نے شانے اچکائے۔

شمس چند لمحے کچھ بول نہ سکا۔

"اس لیے نہیں کہ وہ آپ کی بیٹی ہے۔ آپ کو ہم تب بھی روک سکتے ہیں۔ بلکہ اس لیے کہ ماہر نہیں چاہتا کہ آپ کے ان جادوئی کرتبوں کی وجہ سے اسے نقصان پہنچے۔"

کچھ تھا اس کی آواز میں کہ شمس جہاں تھا وہیں رک گیا۔

"ہلال کا اس سب سے کیا تعلق؟" چہرہ سفید پڑنے لگا۔

"کیا اس نے آپ کو نہیں بتایا؟" سبرینہ نے غور سے اسے دیکھا۔ "وہی تو تھی جس نے گھوڑے میں اسے دیکھ لیا تھا جسے ہم نہیں دیکھ سکتے۔ اسی کے کہنے پہ وہ چلا گیا تھا۔"

شمس کے قدموں تلے سے زمین سرکنے لگی۔ وہ بہت کچھ کہہ سکتا تھا۔ غصہ۔ دھمکیاں۔

لیکن تمام الفاظ ختم ہو چکے تھے۔

اس نے دھیرے سے کوٹ واپس پہنا۔ ہاتھوں میں جان نہیں رہی تھی۔ کار میں واپس پہنچ کے اس نے وہ پیکٹ فرنٹ سیٹ پہ ڈال دیا۔ وہ اس کی پریشانیوں کی فہرست میں بہت نیچے تھا۔

ذہن ایک ہی لمحے میں بہت پیچھے چلا گیا۔

ایک سیاہ سفید سا منظر۔ کئی برس پرانا قدرے جوان شمس فون پہ اضطرابی انداز میں کہہ رہا تھا۔

"سرکار... مجھے ایک دوست نے آپ کے بارے میں بتایا تھا۔ آپ ناممکن کو ممکن کرسکتی ہیں۔"

"تمہارا ناممکن کیا ہے؟" ایک رعب دار نسوانی آواز سنائی دی۔

"میں قاسم فرید کا باڈی گارڈ ہوں۔"

"وہ کون ہے؟"

"ایک امیر آدمی۔ جس سے مجھے نفرت ہے

www.zemtime.com

۔شدید نفرت۔"

"یہ نفرت نہیں' حسد ہے۔" وہ طنزیہ ہنسیں۔

"مجھے ہر وہ چیز چاہیے جو اس کے پاس ہے۔" اس کی آنکھوں میں تپش سی ابھرنے لگی۔

"اس کی دولت' معاشرے میں مقام' اور اس کی بیوی۔"

"بیوی کے ذریعے سب کچھ ہو جائے گا' شمس الدین۔"

"کیسے؟" اس کے چہرے پہ رونق ابھری۔

"قاسم فرید پہ سحر المرض کرنا پڑے گا اور اس کی بیوی پہ سحر عشق۔"

"فیس کیا ہوگی؟"

"سحر المرض کی فیس یوروز میں ہوگی۔ تمہاری توقع سے زیادہ۔ لیکن سحر عشق کی کوئی فیس چند برس بعد ہم تم سے لیں گے۔"

"کیا مطلب؟" وہ حیران ہوا۔

"سحر عشق کی شادی سے پیدا ہونے والا پہلا بچہ سرکار کا ہوتا ہے۔ کیا تم مجھے اپنا بچہ دو گے؟"

شمس کو سوچنے میں ایک لمحہ بھی نہ لگا۔ ویسے بھی رابیل قاسم ایک بڑھتی عمر کی عورت تھی۔ یقیناً وہ بچے پیدا کرنے کی عمر سے باہر نکل چکی تھی۔

"مجھے منظور ہے' سرکار۔"

منظر بدلا۔ وقت کچھ آگے سرک آیا۔ شمس ہسپتال کے کمرے میں شل سا بیٹھا تھا۔ نرس نے ایک کمبل میں لپٹی بچی اس کی گود میں ڈالی تھی۔ وہ چند لمحے گم صم سا اسے دیکھے گیا۔ پھر تیزی سے اسے واپس تھمایا اور باہر کو بھاگا۔

"سرکار... مجھ سے منہ مانگی فیس لے لیں۔" وہ پارکنگ ایریا میں چلتے ہوئے بھیگی آواز سے کہہ رہا تھا۔ "لیکن میں اپنی بیٹی آپ کو نہیں دے سکتا۔ ایک ہی نظر میں میرا دل اس کی محبت سے بھر گیا ہے' سرکار۔" آنسو اس کی آنکھوں سے بہنے لگے۔ "میں یہ نہیں کر سکتا۔ میں کسی سے اس دنیا میں محبت نہیں کرتا۔ میرا کوئی اپنا نہیں ہے۔ سوائے اس کے۔ مجھ سے میری بیٹی مت چھینیں۔"

دوسری جانب ہلکا سا قہقہہ سنائی دیا۔

"جاؤ شمس۔ تمہیں معاف کیا۔" اور رابطہ منقطع ہو گیا۔ وہ آنسوؤں بھرا چہرہ لیے حیرت سے فون کو دیکھنے لگا۔ کیا واقعی سرکار نے اسے معاف کر دیا تھا؟ یا ٹال دیا تھا؟

اور اتنے برسوں میں سرکار نے جب جب اس سے ہلال کا حال پوچھا' اس کا ماتھا ٹھنک جاتا۔ ریڑھ کی ہڈی میں ایک برقی لہر دوڑ جاتی۔ وہ سرکار کو جھڑک دیتا۔ کبھی موضوع بدل دیتا۔ اس نے ہلال کو اسکول میں داخل کروانے کے بجائے ہوم اسکولنگ شروع کروائی۔ اس نے اس کے ہاتھ میں کبھی موبائل اور آئی پیڈز نہیں دیے۔ وہ اسے ساری دنیا سے چھپا کے رکھنا چاہتا تھا اور اب ماہر کی سیکرٹری کہہ رہی تھی کہ ہلال نے وہ دیکھا جو وہ نہیں دیکھ سکے۔

"سرکار...."

بالآخر اس نے کار فون پہ چند بٹن دبائے۔ رابطہ ملتے ہی نگینہ بیگم کا منتظر ہیلو سنائی دیا۔

"میں نے معلوم کر لیا ہے کہ آصف کو کس نے ہاکر ہوا ہے۔"

"کس نے؟" نگینہ بیگم جاننے کے لیے بے تاب تھیں۔

"سبرینہ..." شمس نے خشک ہوتے حلق کے ساتھ الفاظ جوڑے۔

"کون ہے وہ؟" وہ چونکیں۔

"ماہر کی نئی سیکرٹری۔ اس نے گھوڑے میں موجود شے کو دیکھ لیا تھا۔ اسی نے گھوڑا پھینکوایا ہے۔ اسی نے مجھے دوبارہ آفس میں داخل نہیں ہونے دیا۔ اس کی انگلی پہ ڈیجیٹل تسبیح بندھی تھی۔ وہ ذکر اذکار کرنے والی لڑکی ہے۔ وہی آپ کی دشمن ہے' سرکار۔" اس کی آواز کانپ رہی تھی۔ ہاتھ بھی کانپ رہے تھے۔

"تمہیں یقین ہے؟" سرکار کا لہجہ مشکوک تھا۔

"سو فیصد۔"



www.zemtime.com

"ہوں۔" وہ سوچنے لگیں۔ "ماہر اس وقت کہاں ہوگا؟"

"دوہا میں۔ کیوں؟" وہ اس سوال پہ چونکا تھا۔

☆☆☆

دوہا گرم تھا۔ وہاں آ کے دل پہ جمی برف پگھلنے لگی لیکن سگارز کی تعداد میں اضافہ ہوگیا۔ معدے کا درد گلے تک پہنچ کے اب کندھوں کو متاثر کرنے لگا تھا۔ یہ درد بعض دفعہ سونے نہیں دیتا تھا۔

اس روز وہ ایم آر آئی کروا کے گھر آیا تو کندھے ہنوز بوجھل تھے۔ اسپیشلسٹ کے مطابق یہ صرف ڈی ہائیڈریشن تھی۔ اس کے درد کی ٹھوس وجہ کسی کو نہیں ملتی تھی۔ سبرینہ کی بتائی وجہ بار بار ذہن میں آتی۔ لیکن اس نے اپنا ذہن اس طرف سے بند کرلیا تھا۔ اس صبح بھی نیند کی چند دوائیں پھانکیں اور اپارٹمنٹ کے پردے گرا کے بستر پہ لیٹ گیا۔

بہت دن بعد اسے اتنی اچھی نیند آئی تھی۔

چند گھنٹے گزرے تھے یا چند سال' اس کا ذہن فرق نہیں کرسکا۔ کیونکہ اس گھنٹی کی تیز آواز تھی جس نے اسے جگایا۔ ماہر چونک کے اٹھ بیٹھا۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔ بتیاں گل تھیں۔ ایسے میں فون چمک چمک کے تھرتھرا رہا تھا۔ غیر شناسا لوکل نمبر۔ اس کا سر بھاری تھا اور آنکھیں بوجھل۔ بدقت موبائل کان سے لگایا۔

"ہیلو؟" غنودہ سی آواز حلق سے نکلی۔

"ہیلو؟" [illegible] میں ایک پریشان سا نسوانی [illegible] دیا۔ پھر ایک وقفہ۔

"کون؟"

"مع... معمار...؟"

"کیا؟" اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کون تھی اور کیا پوچھ رہی تھی۔

"میں ماہ بینہ ہوں۔ ہم ایئرپورٹ پہ ملے تھے۔" وہ جلدی جلدی بول رہی تھی۔

اس کے سوئے ذہن میں ایک کوندا سا لپکا۔ اس نے خود کو کہتے سنا۔

"ون ان ففٹی؟" شاید ذہن کو یاد آگیا تھا۔ لیکن ذہن اسے بتا نہیں رہا تھا۔ وہ کون تھی؟ اور ون ان ففٹی کا کیا مطلب تھا؟

"آپ نے کہا تھا کہ اگر میں آپ کے شہر میں آؤں تو بتاؤں۔" وہ پریشانی سے تیز تیز بول رہی تھی۔ "میں ایک مسئلے میں ہوں۔ مجھے آپ کی مدد چاہیے۔"

☆☆☆

"وہ ایئرپورٹ پہ تھی۔ اور اسے میری مدد چاہیے تھی۔" کھڑکی پہ گرتی بارش کی بوندیں اب سست ہوچکی تھیں۔ یاسمین سامنے بیٹھی' خاموشی سے سن رہی تھی۔ وہ اب کاؤچ کی ٹیک سے سر ٹکائے' یاد کرکے کہہ رہا تھا۔

"میں سبرینہ سے ناراض تھا لیکن اس کے باوجود میں نے اسے ہی کال کی اور اپنے لیے ایک فلائٹ بک کروانے کو کہا۔ تاکہ میں بورڈنگ لاؤنج تک رسائی حاصل کرسکوں۔"

"تم ایک اجنبی کی مدد کرنے کیوں گئے؟"

"میں نہیں جانتا۔ میں اس وقت بھی نیند کی دوا کے زیرِ اثر تھا۔"

☆☆☆

حمد انٹرنیشنل ایئرپورٹ [illegible] ایک بڑا سا زرد رنگ کا بھالو سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اس کے سر پہ ایک ڈیسک لیمپ جل رہا تھا۔ یوں جیسے اس کا سر لیمپ میں پھنسا ہوا ہو۔ یہ سِکس فٹ اونچا کانسی کا بنا بھالو دنیا بھر کے ملکوں سے دوہا کے ایئرپورٹ پہ آنے والے مسافروں کے لیے ناسٹیلجیا کا کام کرتا تھا۔ وہ انہیں اپنے بچپن کے بیڈروم کی اسٹڈی ٹیبل پہ ڈیسک لیمپ کے ساتھ رکھے کسی بھولے بسرے بھالو کی یاد دلاتا تھا۔

اس وقت بہت سے لوگ بھالو کے قدموں میں کھڑے تصویریں کھنچوا رہے تھے۔ اس کی ہدایت کے مطابق وہ وہیں کھڑی تھی۔ ایک کندھے پہ سفید



www.zemtime.com

بیک پیک ڈالے وہ چھوٹے بالوں والی لڑکی خوف زدہ پریشان نگاہوں سے اطراف میں دیکھ رہی تھی۔

"ون اِن ففٹی؟"

وہ چونک کے پلٹی۔ نگاہیں اس سے ملیں۔ اس کی آنکھوں پہ نیلا مسکارا لگا تھا۔ البتہ لپ اسٹک مدھم ہو چکی تھی اور چہرے کی رنگت سفیدی سی تھی۔ ماہر کو دیکھ کے ایک تھکان بھری سانس خارج کی۔

"تھینک یو... آپ کے آنے کے لیے۔" وہ رو نہیں رہی تھی۔ لیکن رو دینے کے قریب تھی۔

"کیا ہوا؟" وہ خراب گلے جیسی آواز میں پوچھ رہا تھا۔

"میرا..." وہ قدرے جھجکی۔ لمحے بھر کو غور سے اس اجنبی معمار کو دیکھا۔

یہ آدمی ویسا تازہ دم اور پراعتماد نہ لگتا تھا جیسے دو برس پہلے تھا۔ اس کے لیے قطر ائیرویز کے اسٹاف کو ڈانٹ دینے والا۔ اسے اپنے ساتھ الرجان لاؤنج میں لانے والا۔ اسے ڈنر کرنے پہ مجبور کرنے والا۔

یہ قدرے مختلف سا تھا۔ اس کا لباس ملگجا اور آنکھیں متورم تھیں۔ جیسے نیند سے جاگا ہو۔ یا جیسے کئی راتوں سے سویا نہ ہو۔ بڑھی شیو۔ گہرے حلقے۔ کمزور چہرہ۔

"میرا... والٹ کھو گیا ہے۔" اس نے پلکیں جھپکائیں۔ آنسو اندر ہی اتار لیے۔ یہ طے تھا کہ ماہ بینہ نبین آج نہیں روئے گی۔

"کیا تھا والٹ میں؟"

"پیسے۔ کارڈز۔ پاسپورٹ۔ بورڈنگ پاس۔ موبائل۔ سب کچھ۔" پھر اضافہ کیا۔ "موبائل کی بیٹری بھی ختم تھی۔"

وہ چند لمحے ناسمجھی سے اسے دیکھتا رہا۔ "تم نے مجھے کال کیسے کی؟"

"ایک مسافر کے فون سے۔ آپ نے اپنا نمبر میرے بیگ پہ لکھا تھا۔" ماہی نے سفید بیک پیک کا اسٹریپ دکھایا۔ وہاں پرمنٹ مارکر سے سیاہ رنگ میں اس کا فون نمبر لکھا تھا جو بہت دفعہ صاف کرنے کے باوجود نہیں مٹا تھا۔

"مجھے اپنے گھر کے لینڈ لائن کے علاوہ کوئی نمبر زبانی یاد نہیں ہے۔ سمجھ میں نہیں آیا کس کو کال کروں۔ میں لاہور سے کینیڈا جا رہی تھی۔" وہ تیز تیز بتا رہی تھی۔ "صبح ساڑھے دس بجے میں یہاں اس ائیرپورٹ پہ اتری ہوں۔ ۹ گھنٹے کا ٹرانزٹ تھا۔ ابھی گھنٹہ پہلے میں ایک جگہ سو گئی۔ جب اٹھی تو میرا والٹ غائب تھا۔ یقیناً کسی نے میرا والٹ چرا لیا ہے۔"

وہ بنا کچھ کہے اسے دیکھے گیا۔

"میں نے سیکیورٹی سے بات کی ہے۔ اپنے قدموں پہ واپس ہر اس جگہ گئی جہاں سے میرا گزر ہوا ہو۔ مگر بے سود۔ اب میں ائیرپورٹ پہ پھنس گئی ہوں۔ بورڈنگ پاس اور پاسپورٹ کے بغیر میں فرینکفرٹ کی فلائٹ بورڈ نہیں کر سکتی۔ یہ مجھے واپس پاکستان ڈی پورٹ کر دیں گے۔ اسی لیے آپ کو کال کی۔" وہ بہت دقت سے خود کو رونے سے باز رکھے ہوئے تھی۔

"کیا میں ایک بات پوچھ سکتا ہوں؟"

"جی؟" وہ سانس روکے سن رہی تھی۔

"کیا تم نے کچھ کھایا ہے؟"

ماہی نے سر دائیں بائیں ہلایا۔

"لنچ جلدی کر لیا تھا۔ لیکن والٹ کھونے کے بعد کچھ نہیں کھایا۔ میں بنا بورڈنگ پاس کے ائیرپورٹ سے کچھ نہیں خرید سکتی۔"

"پہلے کچھ کھاتے ہیں۔ پھر تم مجھے دوبارہ سے ساری کہانی بتانا۔ واللہ مجھے ایک لفظ نہیں سمجھ آیا۔" وہ جھرجھری لے کر آگے بڑھ گیا۔

ماہی کے کندھے ڈھلک گئے۔ شاید اس نے اسے کال کر کے غلطی کی تھی۔ وہ نیند میں تھا۔ یا کیا معلوم بیمار ہو۔

ایک بیمار آدمی اس کی کیا مدد کرے گا؟ وہ بے دلی سے اس کے پیچھے چل پڑی۔

☆☆☆

www.zemtime.com

زرد بھالو سے چند میٹر دور ہیرڈز ٹی روم بنا تھا۔اس کے ایک دروازے کے باہر سبز یونیفارم پہنے ایک بھالو کھڑا تھا۔ساتھ دیوار میں بنی کھڑکی تھی جس سے ٹی روم کے اندر کا منظر دکھائی دیتا تھا۔لیکن وہ دونوں اندر بیٹھنے کے بجائے کھڑکی کے باہر رکھی میز کرسیوں پہ بیٹھے تھے۔اردگرد دوسری شاپس اور بیگز اٹھائے آتے جاتے مسافر دکھائی دیتے تھے۔دوسرے حصوں کی نسبت یہ ایئرپورٹ کا قدرے خاموش کونا تھا۔

ماہی اس آدمی کو وہاں بلانے پر پچھتا رہی تھی۔اسے عباد سے رابطہ کرنا چاہیے۔وہ اس کے فون سے یا ایئرپورٹ کے کمپیوٹرز سے عباد سے انسٹاگرام پہ رابطہ کرسکتی تھی۔لیکن کیا کہے گی وہ؟ایک دفعہ پھر ایئرپورٹ پہ اس نے [illegible] بنایا تھا۔اُف مرچھلی دفعہ بچت ہوگئی تھی۔تب اس کا پہلا انٹرنیشنل ٹرپ تھا۔لیکن گزشتہ دو برس میں اس نے عباد کے ساتھ کئی سفر کیے تھے۔وہ اب انیس سالہ ماہی نہیں تھی۔

لیکن اسے آج اپنا آپ پھر سے انیس سالہ ماہی کی طرح محسوس ہو رہا تھا۔

"میں سو رہا تھا جب تمہاری کال آئی۔میں کافی کے بغیر فنکشن نہیں کرسکتا۔"

وہ کچھ کہہ رہا تھا۔ماہی چونک کے سیدھی ہوئی۔وہ کافی کا گھونٹ بھر رہا تھا۔یہ اس کا دوسرا کپ تھا۔اس کا چہرہ گیلا اور سامنے کے بال نم تھے۔وہ ابھی منہ دھو کے فریش ہو کے آیا تھا۔اب وہ بہتر لگ رہا تھا۔

"اب بتاؤ... میں تمہارے لیے کیا کرسکتا ہوں؟"

"آپ کسی طرح مجھے میری فرینکفرٹ کی فلائٹ پہ بورڈ کرواسکتے ہیں؟" وہ پریشان تھی۔اس نے کہا تھا دوہا اس کا شہر ہے۔وہ اسے ایک بااثر آدمی لگا تھا۔شاید وہ اتھارٹیز سے بات کرسکے۔کوئی اثر ورسوخ استعمال کرسکے اور وہ جادو سے کینیڈا پہنچ جائے۔

"بغیر بورڈنگ پاس اور پاسپورٹ کے تم کہیں نہیں جاسکتیں۔البتہ ہم تمہارا والٹ ڈھونڈ سکتے ہیں۔" وہ سنجیدگی سے اس کی طرف متوجہ تھا۔

"میرا والٹ چوری ہوا ہے۔اب کیسے ملے گا؟"

"یہ دنیا کا بہترین ایئرپورٹ کسی وجہ سے ہے۔کیونکہ یہاں ایسے جرائم نہیں ہوتے۔" اس نے جیب سے قلم نکالا اور ایک ٹشو پیپر سامنے کیا۔

"اگر تم نے اپنی سیونگز ایک مہنگے بیگ کے بجائے (تنقیدی نظروں سے اس کے بیک پیک کو دیکھا) ایک ایئر ٹیگ یا آئی فون میں انویسٹ کی ہوتیں تو آج تم فائنڈ مائی آئی فون سے اپنا فون ڈھونڈ سکتی تھیں۔"

"میں اینڈ روئیڈ یوزر ہوں۔اور مجھے اس پر کوئی شرمندگی نہیں ہے۔" اس نے آنکھیں گھمائیں۔ایک تو یہ کم بخت ایپل یوزرز حواس باختہ کا احساس برتری۔ہونہہ۔

"تم کہاں سوئی تھیں جب تمہارا والٹ کھویا؟"

"پریئر ایریا میں۔مجھے ایسے مت دیکھیں۔ہم جیسے لوگوں کے پاس بزنس کلاس لاؤنج کی رسائی نہیں ہوتی۔ہم ایئرپورٹس پہ نماز کی جگہوں پہ ہی سوتے ہیں۔"

وہ سر جھکائے ٹشو پہ کچھ لکھ رہا تھا۔

"اور تمہاری فلائٹ میں کتنا وقت رہ گیا ہے؟"

"تین گھنٹے بعد بورڈنگ اسٹارٹ ہوجائے گی۔"

"یعنی ہمارے پاس تمہارا والٹ ڈھونڈنے کے لیے تین گھنٹے ہیں۔" ماہر نے اپنے فون پہ ٹائمر سیٹ کیا اور اسے درمیان میں رکھا۔ماہی نے الجھ کے اسے دیکھا۔وہاں تین گھنٹے کا وقت سیٹ تھا اور ہر سیکنڈ کے ساتھ وقت گھٹتا جا رہا تھا۔

"آپ کسی سے میرے لیے بات نہیں کریں گے؟ ایئرپورٹ اسٹاف سے؟ کسی سے؟" اس نے

www.zemtime.com
ZEMTime SINCE 2014

بے چینی سے یاد دلایا۔ جس مقصد کے لیے اس نے اسے بلایا تھا' وہ اس کو سن ہی نہیں رہا تھا۔

"نہیں کیونکہ ہم تمہارا والٹ ڈھونڈ لیں گے۔ تم نے کہیں گرایا ہوگا۔"

"اب تک اسے کوئی چرا کے جا چکا ہوگا۔ وہ نہیں ملے گا۔ آپ وقت ضائع کر رہے ہیں۔"

اس اجنبی نے آنکھیں اٹھا کے ایک نظر اس پہ ڈالی تو ماہی قدرے دھیمی پڑی۔

"ہم اسے کیسے ڈھونڈیں گے؟"

"چیزیں وہیں سے ملتی ہیں جہاں سے ان کو کھویا ہوتا ہے۔"

"میں ہر اس جگہ گئی ہوں جہاں میں گئی تھی۔ ہر راستے کو دیکھا ہے۔ واش روم۔ لفٹ۔ سیڑھیاں۔ وہ کہیں نہیں ہے۔" ایک دفعہ پھر اس نے آنسوؤں کو پیچھے دھکیلا۔ وہ روئے گی نہیں۔

ماہر نے پیچھے ٹیک لگائی اور بغور چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔

"اسکول میں میتھس پڑھی تھی؟"

"اسکول کی میتھس کا عملی زندگی میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ تھیورم' فارمولے' الجبرا۔ ایویں پڑھاتے تھے اسکول میں۔" اس نے ناک چڑھائی۔

"یعنی تم نے اب تک نہیں سیکھا کہ دنیا میں ہر شے ریاضی کی محتاج ہے۔"

اب کے ماہی کو اس پر غصہ آنے لگا۔ اس نے پیچھے ٹیک لگالی اور بازو سینے پر لپیٹ لیے۔

"کیسے؟"

"میتھس دنیا کی سب سے بڑی پرابلم سولور ہے۔ میتھس کے تھیورم اور فارمولے تمہیں اس لیے پڑھائے جاتے ہیں تاکہ تم بڑے ہو کر عملی زندگی میں ان کے ذریعے اپنے مسئلے حل کر سکو۔"

"میں اپنا والٹ میتھس کے ذریعے نہیں ڈھونڈ سکتی' معمار صاحب۔" اس نے خفگی سے ماہر کو دیکھا۔ کسی کو نیند سے کبھی نہیں جگانا چاہیے۔ وہ یقیناً اسی چیز کا بدلہ لے رہا تھا۔

"ڈھونڈ سکتی ہو۔ کیونکہ میتھس ہمیں سکھاتی ہے کہ دنیا کی ہر چیز نمبرز میں بیان کی جا سکتی ہے اور نمبرز کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔" وہ اب ٹشو پہ چند لکیریں کھینچ رہا تھا۔

"تم لاہور سے دوہا کس وقت پہنچیں؟"

"قریباً ساڑھے دس بجے۔"

"یعنی ساڑھے دس بجے تمہارا والٹ تمہارے پاس تھا۔"

اس نے سب سے اوپر لکھا "10:30 AM"

اور کس وقت تم نے دیکھا کہ والٹ غائب ہے؟"

"پورے دو بجے۔" "اسے یاد آیا۔" جب والٹ چوری ہوا تو میں نے وقت دیکھا تھا کیونکہ میں سو کر اٹھی..."

"تمہارا والٹ دو بجے چوری نہیں ہوا۔" اس نے تیزی سے ٹوکا۔ "دو بجے تمہیں "معلوم" ہوا کہ وہ کھو گیا ہے۔"

"ایک ہی بات ہے۔"

"ایک بات نہیں ہے۔ تمہیں مجھے نمبرز میں بتانا ہوگا کہ تم ساڑھے دس بجے سے دو بجے تک کیا کرتی رہی ہو۔ ایک ٹرانزٹ کرنے والا مسافر بار بار گھڑی دیکھتا ہے۔ نمبرز مجھے بتائیں گے کہ تمہارا والٹ کہاں ہے۔"

ماہی کے چہرے پہ چھائی پریشانی اب الجھن میں بدل چکی تھی۔ اس کا دماغ سمجھنے سے قاصر تھا کہ وہ یہاں بیٹھے بیٹھے اس کا والٹ کیسے ڈھونڈ لے گا۔ لیکن اس کے پاس اس شخص کے سوا کوئی نہ تھا۔

"ائیر پورٹ پر آتے ہی تم نے پہلا کام کیا کیا؟"

"میں نے اپنی بہن کو کال کی تھی۔"

☆☆☆

صبح دس بج کر پینتیس منٹ۔

وہ ایک خوش گوار سی صبح تھی۔ ہوائی سفر کا مخصوص جوش لیے وہ ٹرانزٹ مسافروں کے ساتھ جب ائیر پورٹ کے بارونق ایریا میں داخل ہوئی تو

www.zemtime.com

آنکھیں بند کر کے سانس اندر کھینچا۔ اس ایئر پورٹ پہ دو سال قبل اس کے ساتھ اچھا تجربہ پیش نہیں آیا تھا۔ لیکن اس دفعہ وہ ان یادوں کو اچھی یادوں سے تبدیل کرے گی۔ اس کا ٹرانزٹ نو گھنٹے کا تھا۔ وہ کھائے پیے گی' انجوائے کرے گی' شاپنگ کرے گی۔ نو گھنٹے بعد اس کی فرینکفرٹ کی فلائٹ تھی اور وہاں سے وین کوور۔

ہر چیز بہتر طریقے سے ہو رہی تھی۔

ماہی نے سفید بیک پیک سے سرخ رنگ کا والٹ نکالا۔ اور اس کی زپ کھولی۔ یہ ٹریول والٹ تھا جو اتنا بڑا تھا کہ اس کے اندر کرنسی' کارڈز' پاسپورٹ' بورڈنگ پاس غرض ہر ضروری سفری شے رکھنے کی گنجائش تھی اور بیرونی خانے میں موبائل فٹ آجاتا تھا۔ اس نے موبائل نکالا اور والٹ واپس احتیاط سے بیگ میں ڈالا۔ وائی فائی کنیکٹ کر کے سب سے پہلے اس نے ماں کو کال ملائی۔ انہوں نے فون نہیں اٹھایا تو اس نے مالا کا نمبر ملایا۔

"دوہا پہنچ گئی ہوں۔ وی پی این آن کر لیا ہے۔ بیٹری لو ہے۔ کہیں آرام سے چارج کروں گی۔ تم کیسی ہو؟"

وہ ایک ہی سانس میں بولتی گئی۔ سامنے زرد بھالو اپنی لیمپ میں سر پھنسانے کے بعد شرمندگی سے گردن جھکائے ہوئے بیٹھا تھا۔

☆☆☆

"فاسٹ فارورڈ...." ماہر نے ہاتھ سے اون لپیٹنے کا اشاریہ کیا۔ وہ اس کی تفصیلات سے اکتا گیا تھا۔

وہ دونوں ہیرڈز ٹی روم کی کھڑکی کے باہر بیٹھے تھے۔ اور کافی کے کپ ان کے درمیان رکھے تھے۔ ماہی نے ناراضی سے اسے دیکھا اور سر جھٹکا۔

"میں کال کر کے واش روم گئی۔ مگر میں نے وضو نہیں کیا کیونکہ کسی نماز کا وقت نہیں تھا۔"

"تم نے والٹ واش روم میں نہیں گرایا؟" اس نے مشکوک نظروں سے ماہی کو دیکھا۔

"نہیں معمار صاحب۔" ماہی نے دانت پہ دانت جما کے بہت ضبط سے اسے دیکھا۔ "کیونکہ وہاں سے میں اسی ٹی روم تک آئی تھی اور میں نے کافی اور ڈیزرٹ کھایا تھا۔ اور بل دیتے وقت بورڈنگ پاس دکھایا تھا۔ یعنی اس وقت والٹ میرے پاس تھا۔"

"پھر؟"

"پھر یہیں اندر مجھے نگینہ آنٹی مل گئیں..."

"ایں؟" ماہر فرید نے الجھ کے اسے دیکھا۔ "نگینہ آنٹی کون ہیں؟"

☆☆☆

سوا گیارہ بجے کے قریب۔

ماہ بینہ مبین اس وقت ہیرڈز ٹی روم میں بیٹھی تھی۔ سرخ والٹ میز پہ رکھا تھا اور سفید بیک پیک ایک خالی کرسی پر۔ ویٹر نے جیسے ہی اس کی کافی اور ترامیسو سامنے رکھا' اس نے جھٹ موبائل نکال کے تصویر کھینچی اور فیملی گروپ پر بھیج دی۔ بیٹری کم تھی۔ چلو کہیں چارج کرے گی۔ پہلے کافی پی لے۔

موبائل رکھا ہی تھا کہ سامنے والی میز پہ نظر پڑی۔ وہ چونکی۔ آنکھیں چھوٹی کیں۔ پھر چہرے پہ شناسائی دوڑی۔

"نگینہ آنٹی؟" قدرے اونچی آواز میں پکارا۔

اس میز پہ بیٹھی خاتون نے چونک کے گردن موڑی۔

نگینہ بیگم آج سے بہت مختلف تھیں۔ چاق و چوبند۔ دراز قد۔ ان کے کندھے ابھی ڈھلکے نہیں تھے۔ بال سیاہ ڈائی کیے ہوئے تھے۔ عینک ندارد۔ دبلی پتلی اسمارٹ سی۔ سر پہ دوپٹہ لیے' ایک کندھے سے دوپٹہ کندھے تک اٹھائے' جس سے ایک آستین دکھائی دیتی۔ گریس فل سی شلوار قمیض پہنے' ہاتھ میں تسبیح' سانولا چہرہ فریش اور پرکشش تھا۔ آنکھوں پہ کاجل اور ہلکی لپ اسٹک۔

وہ ایسی خاتون تھیں جنہوں نے بڑھتی عمر کے باوجود خود کو فٹ رکھا ہوا تھا۔

www.zemtime.com

ماہی کو دیکھ کے ہلکا سا حیران ہوئیں۔ پھر لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔ اپنی جگہ سے اٹھیں اور اس کے سامنے آئیں۔

"میں ماہی ہوں۔ حور جہاں کی بیٹی۔" وہ تیزی سے کھڑی ہوئی۔

"بالکل۔ میں پہچان گئی ہوں' بیٹا۔ بہت عرصے بعد دیکھا ہے۔" وہ تمکنت سے مسکراتی اس کے سامنے بیٹھیں۔ ٹانگ پہ ٹانگ جمائی۔ ہاتھوں میں ہیرے کی انگوٹھیاں تھیں۔

"آپ یہاں کیسے؟ آپ تو دبئی ہوتی تھیں نا۔"

"ساتھ ہی تو ہے دبئی۔ ایک فیملی فرینڈ سے ملنے دوہا آئی تھی۔ شارٹ ٹرپ۔" وہ گہری نظروں سے ماہی کو دیکھتے ہوئے مسکرائیں۔ "ماشاء اللہ کون سا منتھ ہے؟"

ماہی کے گال ہلکے سے سرخ ہوئے۔ وہ جھینپ کے مسکرادی۔

"چوتھا۔" البتہ اس کی مسکراہٹ میں حیرت بھی تھی۔ اس نے بہت کھلا سا لمبا فراک پہن رکھا تھا اور وہ ابھی تک کافی اسمارٹ تھی۔ پاکستان میں دو مہینے رہی تھی۔ پچھلے ہفتے ایک شادی اٹینڈ کی۔ کسی کو شک بھی نہ ہوا کہ وہ امید سے تھی۔ دوسری دفعہ تھی اور نظر بد کے ڈر سے ماں نے اسے کسی کو بھی بتانے سے منع کیا تھا۔ پھر بھی نگینہ آنٹی نے بھانپ لیا تھا۔

"مبارک ہو۔" وہ بہت غور سے ماہی کو دیکھ رہی تھیں۔

"آپ کیسی ہیں؟ آپ کا بیٹا رائٹر بن گیا ہے نا؟ میں اسے انسٹا پہ فالو کرتی ہوں۔"

"ہاں بس آج کل اس کے لیے لڑکی ڈھونڈ رہی ہوں۔ تم بتاؤ' امی کیسی ہیں؟" پھر یاد آیا۔

"تمہاری بڑی بہن کیسی ہے؟ اس کی کہیں بات وغیرہ....."

☆☆☆

"یعنی چند منٹ تم نے ایک اینڈم رشتے دار آنٹی سے گوسپ کی۔ آگے؟" اس نے پھر سے ہاتھ کو گھمایا۔ (فاسٹ فارورڈ پلیز۔)

ماہی نے گہری سانس لی۔ اس کی کمر اب درد کر رہی تھی۔ اس نے ویٹر کو اشارہ کیا۔

"مجھے پانی چاہیے۔" اس نے تھکان سے پیچھے کو ٹیک لگائی۔

"نگینہ بیگم سے ہونے والی ساری گفتگو وہ اس کٹھور آدمی کو نہیں سنا سکتی تھی۔ شاید اس کے نزدیک چھوٹی تفصیلات وقت کا ضیاع تھیں۔

☆☆☆

"کشمالہ ٹھیک ہے۔" وہ مختصراً بولی۔ کچھ محتاط سا ہو گیا اس کے لہجے میں۔ اسے یاد آیا ماں نگینہ آنٹی کو خاص پسند نہیں کرتی تھیں۔ نہ جانے کیوں۔ (ان کو اپنے بیٹے کے لیے کہیں مالا کا خیال تو نہیں آرہا؟)

"رشتہ وغیرہ ہوا اس کا؟"

"ابھی وہ شادی کرنا ہی نہیں چاہتی۔ اس کو چند سال اپنا کیریئر بنانا ہے۔" نگاہیں چرا کے اس نے ویٹر کو اشارہ کیا۔

"ایک کافی مزید۔" پھر انہیں دیکھا۔ وہ مسکراتے ہوئے بغور اسے دیکھ رہی تھیں جیسے ان کی نگاہیں ماہی کے اندر تک جا رہی ہوں۔

"اور تم خوش ہو ماہی؟"

"جی۔ اللہ کا شکر ہے۔" وہ پھیکا سا مسکرائی۔ کچھ غیر آرام دہ سا احساس ہونے لگا تھا۔ اس حالت میں رشتے دار عموماً نظر لگا دیتے تھے۔ اس کے اندر خوف اٹھنے لگا۔ کہیں اسے نظر نہ لگ جائے۔ یہ دوسری دفعہ تھا جب اس کو اپنی فیملی ہونے کی امید ہوئی تھی۔ اس دفعہ کچھ برا نہیں ہونا چاہیے۔

"آپ اکیلی آئی ہیں؟" اس نے اب کے نگینہ بیگم کو غور سے دیکھا۔ وہ برانڈڈ بیگ لیے' ہاتھ میں تسبیح اور پیروں میں جوگرز پہنے ہوئے تھیں۔ وہ عام سی دیسی خاتون تھیں۔ مانا کہ دبئی میں رہتی تھیں لیکن کیا وہ ائیرپورٹ سے دوہا کسی کے گھر یوں ہی اکیلی چلی جائیں گی؟ اس نے دیسی آنٹیز کو کم ہی اتنا

www.zemtime.com

پر اعتماد اور ایکٹیو دیکھا تھا۔

"بیٹے اور شوہر کی اپنی اپنی زندگی ہے۔ میں ان کو زیادہ تنگ نہیں کرتی۔" بات کرتے کرتے نگینہ بیگم کی نظر اس کے بیک پیک پہ پڑی۔ گردن ترچھی کر کے اسٹریپ پہ لکھا نمبر پڑھا۔ پھر چونک کے ماہی کو دیکھا۔

"تم نے اپنا بیگ خراب کر دیا ہے۔" وہ آنکھوں کی پتلیاں سکوڑ کے جیسے اس کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"یہ عباد کے کام ہیں۔ کسی کا نمبر لکھ رہا تھا۔ پیپر نہیں ملا تو میرا بیگ تباہ کر دیا۔" اس نے خفت سے بیگ کا رخ الٹا دیا۔ نمبر چھپ گیا۔ ماحول میں ایک عجیب سا تناؤ آ گیا تھا۔ مالا ٹھیک کرتی تھی۔ پبلک پلیس پہ اتفاق سے ملنے والے رشتے داروں کو نظر انداز کر کے گزر جاتی تھی۔ اسے خوامخواہ ان سے علیک سلیک نہیں کرنی چاہیے تھی۔ عجیب آکورڈ سا محسوس ہو رہا تھا۔

"کافی آ گئی۔" ویٹر کو کافی لاتے دیکھ کے اسے سکون آیا۔ ویٹر جھک کے کافی رکھنے لگا اور وہ شرمندگی سے اپنے بک پیک کا پیڈل درست کرنے لگی۔ اسی پل ویٹر کا ہاتھ پھسلا۔ ماہی کی چیخ بلند ہوئی۔

اور کافی کا گرما گرم کپ نیچے گر گیا۔

عین نگینہ بیگم کی آستین پر جو دوپٹے سے باہر تھی۔

"او گاڈ..." ماہی نے منہ پہ ہاتھ رکھ لیا۔

لیکن نگینہ بیگم جگہ سے نہیں ہلیں۔ گیلے بازو کو قدرے بلند کر کے افسوس سے دیکھا اور ویٹر کی طرف محض ایک گھورتی ہوئی نگاہ اچھالی۔ وہ بوکھلا کے معذرت کرنے لگا۔

"اٹس اوکے...." وہ بڑبڑائیں لیکن ان سے پہلے ہی ماہی تیزی سے اٹھی۔ پریشانی سے بہت سے ٹشو اٹھائے اور ان کے قریب آ گئی۔

"میں صاف کرتی ہوں آنٹی۔" وہ جلدی جلدی ان کی آستین موڑنے لگی۔

"نہیں... کوئی بات نہیں..." وہ ایک دم گھبرائیں۔ رنگت فق ہوئی۔ لیکن وہ ماہی تھی۔ حور جہاں کی بیٹی۔ اس کے سامنے اس کی ایک بزرگ آنٹی کے اوپر چائے گر گئی تھی۔ وہ اسی وقت ان کے کپڑے بھی دھو کے استری کر دینے کو تیار تھی۔

"آنٹی آپ بالکل ٹھہر جائیں۔ میں صاف کر رہی ہوں۔" ڈپٹ کے ان کو روکا۔ پھر احتیاط سے آستین اوپر فولڈ کی۔ ٹشو سے گیلا بازو صاف کیا اور اسی پل وہ ٹھہری۔

بازو کی سرخ پڑتی جلد پر ایک نشان تھا۔ صلیب کی شکل کا سیاہ نشان جس کے گرد دو نقطے لگے تھے۔ جیسے جلا ہوا ہو۔ جیسے کوئی ٹیٹو ہو۔ وہ ایک لمحے کے لیے ہی اس نشان کو دیکھ پائی تھی کہ...

نگینہ بیگم نے کھینچ کے آستین نیچے کی۔ رنگت قدرے متغیر ہو گئی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں۔ بیٹا۔ میں چلتی ہوں۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔" ویٹر اپنے باس کو لے آیا تھا معذرت کے لیے لیکن وہ پرس اٹھا کے تیزی سے باہر نکل گئیں۔ ماہی تحیر سے انہیں جاتے دیکھتی رہی۔ پھر سر جھٹک کے ویٹر کو بل لانے کے لیے کہا۔ کچھ دیر بعد بل ادا کرتے ہوئے اس کو اچھی طرح سے یاد تھا کہ سرخ والٹ اس کے پاس تھا۔

☆☆☆

"گوسپ کے بعد وہ آنٹی چلی گئیں۔ ہاں ان پر کافی گر گئی تھی۔ لیکن چھوٹی تفصیلات آپ کے لیے اہم نہیں ہیں۔" روداد سناتے ہوئے وہ جل کے بولی۔ (حالانکہ devil is in the detail) ویٹر اس کے لیے پانی لا چکا تھا۔ پہلے اس نے تیزی سے چند گھونٹ بھرے۔ پھر سلسلہ کلام وہیں سے جوڑا۔

"میں کافی دیر وہیں بیٹھی رہی۔ پھر میرے موبائل پہ ظہر کی اذان کا وقت ہوا تو میں سستی سے اٹھی اور واش روم گئی۔ پھر وضو کیا۔ اور پرئیر ایریا میں



www.zemtime.com

جا کے نماز پڑھی۔ اس وقت ساڑھے بارہ ہو رہے تھے شاید۔"

"نماز کے بعد والٹ تمہارے پاس تھا؟" وہ سر جھکائے ٹشو پیپر پہ اوقات نوٹ کرتا جا رہا تھا۔

"جی کیونکہ نماز کے بعد میں زرد بھالو تک واپس آئی۔ ایک قریبی ریستوران سے کھانا کھایا۔ اور پھر ڈیوٹی فری سے چاکلیٹس لیں۔" اس نے تمام رسیدیں نکال کے سامنے رکھیں جنہیں وہ عادتاً بیک پیک میں چاکلیٹس کے ساتھ ٹھونستی آئی تھی۔

"چاکلیٹس خریدنے کے لیے میں نے بورڈنگ پاس دکھایا تھا۔ یعنی اس وقت والٹ میرے پاس تھا۔"

وہ رسیدوں سے وقت دیکھتا ٹشو پہ رقم کر رہا تھا۔

"پھر میں پریئر ایریا میں واپس آئی۔ مجھے بہت نیند آ رہی تھی۔ میں وہیں سو گئی۔ آدھے گھنٹے بعد میں اٹھی تو دو بج رہے تھے۔ اور میں نے فون نکالنے کے لیے بیک پیک میں ہاتھ ڈالا تو والٹ میرے پاس نہیں تھا۔"

"چاکلیٹس تم نے ایک بج کے بیس منٹ پہ خریدیں۔ اور والٹ کی گمشدگی کا تمہیں دو بجے علم ہوا۔ اس چالیس منٹ کی ونڈو میں تمہارا والٹ کھویا ہے۔"

"یہی بات میں نے آدھا گھنٹہ پہلے آپ کو بتائی تھی۔ لیکن آپ نے پوری مینتھس استعمال کی جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔"

"چاکلیٹس شاپ سے پریئر ایریا تک دس منٹ کی واک ہے مادام۔ اس دس منٹ میں تم جس جس جگہ سے گزری ہو ہم اس جگہ دوبارہ جائیں گے اور تمہارا والٹ ڈھونڈیں گے۔ اٹھو۔" وہ ایک دم ٹشو لپیٹتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ کسی سے کہہ کے کیمرہ فوٹیج نہیں نکلوا سکتے؟" اس نے تکان سے ماہر کو دیکھا۔ اس کی کمر مزید درد کرنے لگی تھی۔

"فوٹیج نکلوانے تک تمہاری فلائٹ کا وقت ہو جائے گا۔ پہلے ہم خود ڈھونڈ کے دیکھتے ہیں۔"

عجیب ڈھیٹ آدمی تھا۔ دو کپ کافی پی کر وہ اب فریش تھا اور وہ تھک چکی تھی۔ وہ اس کا وقت ضائع کر رہا تھا۔ کم بخت نہ ہو تو۔

اس نے بیک پیک کندھوں پہ پہنا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ چند قدم چل کے ہی وہ ہانپنے لگی تھی۔

"اگر والٹ نہ ملا تو یہ لوگ مجھے ڈی پورٹ کر دیں گے۔ اتنی مشکل سے کینیڈا کا ویزا آیا تھا۔ پھر سے نیا پاسپورٹ بنواؤں گی۔ اور..."

"نہیں ضائع ہوتا تمہارا ویزا۔" وہ اس سے تیز قدموں سے چل رہا تھا۔

وہ اس کے ہر قدم کو ٹریس کرتے گئے لیکن والٹ کو نہیں ملنا تھا' نہ ملا۔ اب تک ماہی کی سمجھ میں آ گیا تھا کہ یہاں کوئی اثر و رسوخ' کوئی سفارش کام نہیں کرنی تھی۔ اس کے پاس پاکستان واپس جانے کے سوا کوئی آپشن نہیں تھا۔ اور یہ آپشن شدید شرمندگی لیے ہوئے تھا۔ سارے سسرال کو معلوم تھا کہ وہ کینیڈا جا رہی ہے۔ رشتے داروں کی ہی نظر لگی ہوگی یقیناً۔

"مجھے اپنے شوہر کو کال کرنی ہے۔" وہ بھالو کے قریب بنی ایک چوکی پہ بیٹھ گئی۔

"کرو کال۔" ماہر نے فون اس کی طرف بڑھایا۔

ماہی اس کے بڑھے ہاتھ کو دیکھے گئی۔ اس نے ہاتھ نہیں بڑھایا۔ ماہر نے موبائل واپس جیب میں ڈال لیا۔

"دنیا میں دو سب سے بڑی قوتیں جو انسان سے کچھ کروا سکتی ہیں' ان میں سے ایک خوف ہے۔ اور سب سے بدترین خوف انجان شے کا ہوتا ہے۔ فیئر آف ان نون"

ماہی نے سر جھکا لیا۔ کیا بتائے گی وہ عباد کو؟ کہ وہ اتنی لاپرواہ تھی کہ کسی نے اس کا والٹ چرا لیا اور

www.zemtime.com

اسے معلوم ہی نہ ہو سکا؟

"تم دنیا میں سب سے زیادہ کس چیز سے ڈرتی ہو؟"

وہ دونوں اب ساتھ ساتھ بیٹھے تھے اور ان کے سامنے ائیر پورٹ پہ بہت سے لوگ آ جا رہے تھے۔ ٹہلتے، بھاگتے، تصویریں لیتے، کافی کے کپ اٹھائے، موبائلز پہ سر جھکائے۔ سب کی دنیا الگ تھی۔

"ایک دفعہ پھر اپنا بچہ کھونے سے۔" اس نے سوچا لیکن کہا نہیں۔ بس اسے دیکھے گئی۔

"اور دوسری بڑی قوت کیا ہے؟"

"محبت۔" وہ سامنے دیکھ رہا تھا۔

"آپ کو دنیا میں سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟"

"سگار سے۔"

وہ دھیرے سے مسکرا دی۔

"اور آپ کا سب سے بڑا خوف؟"

ماہر چند لمحے کچھ کہہ نہیں سکا۔ آنکھوں کے سامنے ایک چہرہ لہرایا۔

گول عینک والا بچہ آنکھیں میچ میچ کے رو رہا تھا۔

اس نے تھوک نگلا۔

"میں کسی چیز سے نہیں ڈرتا۔" آواز کپکپائی تھی۔ کچھ تھا جو اس کے چہرے میں بدلا تھا۔ ماہی نے غور سے آنکھوں کی پتلیاں سکوڑ کے اس کا چہرہ دیکھا۔ چند لمحے کے لیے وہ اپنا غم بھول گئی۔

"آپ ڈرتے ہیں۔ بلکہ...." وہ چونکی۔ "آپ ڈرے ہوئے ہیں۔"

اور اب اسے سمجھ میں آیا تھا کہ اس شخص میں کیا بدلا تھا۔ خوف۔ یہ خوف تھا جو اس کی شخصیت میں جمع ہو گیا تھا اور اس نے سب بدل کے رکھ دیا تھا۔

"میں.... میں کسی چیز سے نہیں ڈرتا۔ چاہے وہ نظر آئے... چاہے نہ نظر آئے۔" وہ سر جھٹک کے سامنے دیکھنے لگا۔

"نہ نظر آئے؟" ماہی نے بغور اسے دیکھا۔

ماہر نے جواب نہیں دیا۔ وہ سامنے دیکھے گیا۔ تب اسے احساس ہوا کہ وہ زیادہ ہی پرسنل ہو گئی تھی۔ اسے ایسا کمنٹ نہیں کرنا چاہیے تھا۔

"سوری میرا مطلب..."

"تم نہ نظر آنے والی مخلوق پہ یقین رکھتی ہو؟ جیسے..." اس کی نظریں سامنے آتے جاتے لوگوں کے ہجوم پہ جمی تھیں۔

"جیسے جنات؟"

ماہر نے چونک کے اسے دیکھا۔ پھر اس کے کندھے ڈھیلے پڑ گئے۔ سر اثبات میں ہلا دیا۔

"ہاں۔ آپ نہیں کرتے۔"

"پتا نہیں۔ لیکن میں ایک ایسی جگہ گیا جہاں انسانوں کے اندر جنات بول رہے تھے۔ وہ لوگ کرسڈ تھے یا ناٹک کر رہے تھے، میں سمجھ نہیں سکا۔"

"ایسے لوگ کرسڈ ہوتے ہیں نہ اداکار۔"

"پھر کیا ہوتے ہیں؟"

"بیمار۔ وہ صرف بیمار ہوتے ہیں۔"

وہ جہاں تھا، وہیں رہ گیا۔ اس کی سانس اٹک گئی۔

"وہ بیمار تھا۔" ہونٹ پھڑپھڑائے۔ آنکھوں کے آگے ایک چہرہ لہرایا۔ وہ بچہ۔ گیلی عینک۔ آنکھیں میچ کے روتا۔ وہ خوفزدہ کرنے والا نہیں تھا۔ وہ تو صرف بیمار تھا۔

"میں نے ایک خواب دیکھا کچھ دن پہلے۔"

چند لمحوں بعد اسے احساس ہوا کہ وہ نڈھال سی بیٹھی لڑکی کچھ کہہ رہی ہے۔ وہ چونک کے اسے دیکھنے لگا۔

"کہ میں کسی سفر پہ ہوں۔ اور راستے میں مجھے ایک عجیب سا سایہ ملتا ہے۔ جیسے کوئی جادوگر یا شیطان ہو۔ وہ میرے اوپر پھونک مارتا ہے۔ اور جب میں واپس پہنچتی ہوں... یعنی اس جگہ جہاں میں جا رہی تھی... تو میں اپنا بچہ کھو دیتی ہوں۔ پتا نہیں اس کا کیا مطلب ہے۔ لیکن برا خواب بتانا

www.zemtime.com
ZEMTime SINCE 2014

نہیں چاہیے۔ میں نے غلطی سے ماں کو بتا دیا تھا۔"
بورڈنگ کی کال اسپیکرز پہ سنائی دینے لگی۔ ماہ بینہ مبین کی رہی سہی امید بھی بجھنے لگی۔
ماہی نے مایوسی سے گھڑی دیکھی۔ "بورڈنگ آدھے گھنٹے بعد بند ہو جائے گی۔ اور میری فلائٹ مس ہو جائے گی۔ شاید میرا خواب سچا تھا۔ مجھے کوئی جادوگر تو نہیں ملا' لیکن یوں لگتا ہے گھر واپسی پہ کوئی آفت میری منتظر ہو گی۔" اس نے جھرجھری لی۔
"عربی میں ہم کہتے ہیں مکتوب..... لکھا ہوا۔"
"مکتوب؟"
"لکھا ہوا۔ جو ہونا ہے۔ اور جو نہیں ہونا۔ سب لکھا جا چکا ہے۔ تمہارے بچے کی زندگی بھی۔ موت بھی۔ پھر خوف کس چیز کا؟"
اور وہ جو اتنی دیر سے آنسو قابو میں رکھے ہوئے تھی' ایک دم جیسے آنکھوں کے بند ٹوٹ پڑے۔ آنسو زار و قطار بہنے لگے۔
"میں اتنی لاپرواہ کیسے ہو سکتی ہوں؟" وہ ایک دم بچوں کی طرح رونے لگی۔
ماہر نے چہرہ موڑ کے اسے دیکھا۔ وہ دونوں ساتھ ساتھ اس چوکی پہ بیٹھے تھے اور وہ چہرے کو ہاتھوں میں چھپائے روئے جا رہی تھی۔
"آنکھیں صاف کرو لڑکی۔" اس نے لکھا ہوا ٹشو اس کی طرف بڑھایا۔
"کیوں؟ روتی ہوئی عورت آپ لوگوں کو کمزور لگتی ہے؟" اس نے بھیگا چہرہ اٹھا کے غصے سے اسے دیکھا۔ اس شخص نے اس کا اتنا وقت ضائع کروایا تھا۔
"کمزور نہیں۔ صرف بھیانک۔" اس نے شانے اچکائے۔
ماہی چونکی۔ پھر تیزی سے ٹشو پکڑا اور آنکھیں رگڑیں۔ ٹشو کو واپس دیکھا تو اس پہ نیلاہٹ لگی تھی۔ رونے سے یقیناً سارا مسکارا بہہ گیا تھا۔ ایک دم ڈھیروں شرمندگی چہرے پہ دوڑ گئی۔
"سوری۔" اس نے زکام زدہ سی سانس کھینچی۔ اُف۔ اردگرد لوگ دیکھ رہے ہوں گے۔ وہ کتنی بھیانک لگ رہی ہو گی۔ آئینہ بھی نہیں تھا کہ خود کو دیکھ پاتی۔ موبائل میں سیلفی کیم سے دیکھ سکتی تھی۔ وہ کم بخت بھی کھو گیا تھا۔
"تمہارا مسکارا بہہ گیا ہے۔" وہ غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔
ماہی نے برا مان کے اسے دیکھا۔ "اس وقت میری زندگی میں اس سے بڑے مسائل ہیں۔"
"تم نے ایک بجے وضو کیا تھا۔" ماہر نے ٹشو واپس لیا اور اوقات کار کی فہرست پڑھی۔ "وضو سے تمہارا میک اپ دھل گیا ہو گا۔ پھر دوبارہ میک اپ کب کیا تھا؟"
ماہی نے بھیگی آنکھوں میں ناسمجھی لیے اسے دیکھا۔
"میک اپ نہیں' صرف مسکارا ٹرائی کیا تھا۔" اس کے ماتھے پہ بل پڑے۔ لب بھنچ گئے۔
"میں نے کہا تھا' مجھے اپنے ایک ایک قدم کے بارے میں بتانا۔ تم نے مسکارا کب ٹرائی کیا؟"
"چاکلیٹس لینے کے بعد شاید۔" وہ خود بھی کنفیوژ ہو گئی۔ "میں ڈیوٹی فری پہ میک اپ ٹیسٹر دیکھ رہی تھی' وہیں سے مسکارا اٹھا کر لگا لیا۔ اس سے کیا ہوتا ہے؟ فری کا میک اپ انسان ٹرائی کر ہی لیتا ہے۔"
"تم نے وہ مسکارا خریدا؟"
"نہیں۔ لیکن..."
"میں میک اپ کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا سوائے اس کے کہ..." وہ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ "کہ مسکارا دونوں ہاتھوں سے لگایا جاتا ہے۔"
"کیا مطلب؟"
ماہر نے جواب نہیں دیا۔ وہ اسے اس میک اپ اسٹال تک واپس لایا جہاں سے اس نے مسکارا ٹرائی کیا تھا۔
"تم چاکلیٹس لے کر یہاں سے آئی تھیں۔

www.zemtime.com

تمہارا والٹ ہاتھ میں تھا کیونکہ تم نے ابھی ابھی پے منٹ کی ہوگی۔"

وہ اب میک اپ اسٹال کی طرف رخ کیے کھڑی تھی اور وہ اس کے پیچھے تھا۔

"تم نے دوسرے ہاتھ سے مسکارے کی ڈبی اٹھائی ہوگی۔"

اس نے اشارہ کیا۔ ماہی نے ایک مسکارا اٹھایا۔

"لیکن مسکارے کی وانڈ نکالنے کے لیے تمہیں والٹ والا ہاتھ استعمال کرنا تھا۔ سو تم نے والٹ..." ماہر نے دائیں ہاتھ بنے شیلف پہ ہاتھ رکھا۔ "یہاں رکھا ہوگا۔"

"شاید...." ماہی نے وانڈ باہر نکالی۔ پھر اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔ ایک میں ڈبی تھی۔ دوسرے میں مسکارا وانڈ تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ مصروف تھے۔ اوہ نو....." وہ چونکی۔

وہ شیلف کی چیزیں ٹٹول رہا تھا۔ ایک سیلز گرل ساتھ آ کھڑی ہوئی لیکن وہ دونوں اس کی طرف متوجہ نہیں تھے۔

"کیا معلوم کسی نے اٹھا لیا ہو۔"

"پھر وہی بات؟ یہاں کوئی تمہارا پاسپورٹ نہیں چرائے گا' لڑکی۔"

"پھر کسی کو ملا کیوں نہیں؟" اس نے پریشانی سے دور نظر آتی اسکرین کو دیکھا۔ اس کا بورڈنگ گیٹ کھل چکا تھا۔ اس کے ساتھی مسافر جہاز میں بیٹھتے جا رہے ہوں گے۔

"کسی کو ملنا چاہیے تھا۔" وہ بڑبڑایا۔

"سوائے اس صورت میں کہ وہ...." ماہر کی انگلیاں شیلف کے عقب تک گئیں۔ وہاں درزی بنی تھی۔

"کہ وہ پھسل کے پیچھے جا گرا ہو۔" وہ ہلکا سا مسکرایا۔ پھر سیدھا ہوا اور اسٹال اٹھا کے ایک طرف کیا۔ اس سے پہلے کہ سیلز گرل روکتی' ماہی کی چیخ نکلی۔

اسٹال کے پیچھے پھنسا ہوا سرخ والٹ دھڑام سے زمین پہ جا گرا تھا۔

ایک لمحے کے لیے اسے لگا وہ خواب دیکھ رہی ہے۔ اگلے پل وہ جھکا اور والٹ اٹھا کے سیدھا ہوا۔

"کہا تھا نا' نمبرز کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔"

اس نے جھپٹ کے والٹ کھولا۔ اندر سب کچھ تھا۔ ڈیڈ موبائل۔ پاسپورٹ۔ بورڈنگ پاس۔ پیسے۔ کارڈز۔

"یہ اسٹینڈز کے درمیان میں پھنسا نہ ہوتا تو کسی کو مل جاتا اور تم اتنی پریشان نہ ہوتیں۔ اور اگر تم مجھے پہلے بتا دیتیں کہ تم نے میک اپ ٹرائی کیا ہے تو میں اسی وقت بتا دیتا کہ مسکارا...."

"دو ہاتھوں سے لگایا جاتا ہے۔" وہ روتے روتے ہنس دی۔ پھر آنکھیں رگڑیں۔ یقیناً اب وہ پہلے سے زیادہ بھیانک لگ رہی تھی لیکن اسے پرواہ نہ تھی۔

"تھینک یو۔ آپ کی وجہ سے...."

"نہیں۔ میں نہ ہوتا تب بھی چند گھنٹوں بعد یہ کسی نہ کسی کو مل جاتا۔ اور تم تک پہنچ جاتا۔"

وہ کچھ بول نہیں پا رہی تھی۔ سیاہ نیلے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس نے دھندلی بصارت کے پار اسے دیکھا۔

"تھینک یو....."

"تمہاری لاسٹ بورڈنگ کال سنائی دے رہی ہے۔ جاؤ۔ ہو اے سیف فلائٹ۔" وہ مسکرایا تھا۔ وہ مزید وہاں رکنا چاہتی تھی۔ وہ اس کا شکریہ کہنا چاہتی تھی۔ لیکن وقت نہیں تھا۔

وہ آگے بڑھ گئی۔ پھر واپس اس کی طرف پلٹی۔

"میں آپ کو کال کروں گی۔"

ماہر نے ہلکے سے کندھے اچکائے۔ جیسے کہہ رہا ہو اس کی ضرورت نہیں۔ وہ اسے ایک دن میں بھلا دے گا۔

"تھینک یو....."

دونوں کے درمیان بہت سے لوگ آ گئے۔ یہاں تک کہ وہ اب اسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ

www.zemtime.com
ZEMTime

انسانوں کے ہجوم میں گم ہوگئی۔

ائیر پورٹ سے نکلتے ہوئے اس نے پہلی کال سبرینہ کو ملائی تھی۔

"فلائٹ ری فنڈ کروادوں؟"

"ہوں۔" وہ کھنکھارا۔ "تمہارا بھائی کیسا ہے؟"

وہاں ایک لمحے کے لیے ناراض سی خاموشی چھا گئی۔

"ویسا ہی ہے۔ اداکار۔"

ماہر نے چہرہ جھکا دیا۔ چند لمحے وہ کچھ نہیں بولا۔

"جب میں واپس آؤں گا تو مجھے دوبارہ وہاں لے چلنا۔ تمہارا بھائی بیمار ہے۔ اور میں بھی۔"

☆☆☆

یاسمین نے گہری سانس کھینچی۔

"یہ ایک بے حد طویل واقعہ تھا جو تم نے سنایا۔ کیوں؟"

وہ نوٹ پیڈ اور قلم رکھ کے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ماہر نے گردن اونچی کر کے اسے دیکھا۔

"کیونکہ یہ دن مجھے ہمیشہ یاد رہے گا۔ اس روز میں سرکار سے پہلی دفعہ واقف ہوا تھا۔"

"اس سب سے میں واقف ہوں۔ میں ہم دونوں کے لیے سینڈوچز لاتی ہوں۔" وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔"

"مجھے ہے ماہر! کیا تم بھول گئے آج میرا فیملی ڈے تھا؟" مسکرا کے قدرے خفگی سے اسے دیکھا۔ وہ پھیکا سا مسکرا دیا۔ وہ دروازے کے پیچھے غائب ہوگئی۔

ماہر نے گھٹنوں پہ رکھا تھرو اٹھایا اور اس کی تہیں کھولیں۔ اسے سردی لگ رہی تھی۔ اس نے اسے شال کی طرح کندھوں پہ لپیٹ لیا اور خاموشی سے گھڑی کی ٹک ٹک سننے لگا۔

☆☆☆

ماہ بینہ کو ائیر پورٹ پہ الوداع کہہ کے وہ باہر نکلا تو رات اندھیر ہو رہی تھی۔ اس کی ہیوی بائیک وہیں اس کی منتظر تھی۔ اپارٹمنٹ بلڈنگ تک واپسی کا سفر زیادہ طویل نہ تھا یا شاید وہ تیز بائیک چلا رہا تھا۔

عمارت میں داخل ہوتے ہی لابی سامنے نظر آئی۔ عربوں کے مخصوص آرکیٹیکچر کی نمائندگی کرتی' اونچی مرمریں محرابی چھت، بلند ستون، پھولوں کی دل فریب خوشبو، وہ دستانے اتارتا' ہیلمٹ پہلو میں اٹھائے' سیدھا لفٹ کی جانب بڑھ گیا۔

ایک عورت لفٹ کے دروازے کے آگے کھڑی تھی۔ یوں کہ اس کی ماہر کی طرف پشت تھی۔ سفید دوپٹہ۔ شلوار قمیص۔ اس کے ہاتھ میں بہت سے شاپنگ بیگز تھے۔ وہ جھک کے کچھ کر رہی تھی۔ جیسے ہی لفٹ کے دروازے کھلے وہ اندر داخل ہوا۔ عورت ساتھ میں داخل ہوئی۔ بیگز ماہر سے ٹکرائے۔ عورت کا توازن برقرار نہ رہ سکا۔ وہ لڑکھڑائی بروقت دیوار کا سہارا لیا۔

"سوری... سوری..." وہ چونک کے اس کی طرف بڑھا۔ ہیلمیٹ رکھ دیا۔ پھر جھک کے بیگز سمیٹے، ایک بیگ۔ دوسرا، تیسرا، ہینڈلز سے پکڑ کے ان کو اکٹھا کیا۔ عورت نے تسبیح والا ہاتھ بڑھایا۔

"شکریہ..." اس نے بیگز پکڑاتے ہوئے نگاہ اٹھائی۔

عورت نے آنکھوں پہ سن گلاسز چڑھا رکھے تھے حالانکہ وہ لفٹ میں تھے۔ اس کی رنگت سانولی تھی۔ وہ ہلکا سا مسکرائی۔ ہونٹوں کے گرد لکیریں سی بنیں۔ ماہر نے تین سیکنڈ کے لیے اس کا چہرہ دیکھا اور شکریہ سر کے خم سے قبول کرتا سیدھا ہوگیا۔ اس کا ذہن کہیں اور تھا۔

اس نے نہیں دیکھا کہ عورت نے مسکراتے ہوئے ہونٹ گول کیے ہیں۔

پھر ہونٹ کھولے ہیں۔

ایک پھونک ہونٹوں سے نکلی۔

اور ہوا کے دوش پہ اڑتی ہوئی اس کے چہرے

www.zemtime.com

تک گئی۔

عورت نے چہرہ موڑ لیا۔ لفٹ اوپر جا رہی تھی۔ وہ مطلوبہ فلور پہ سامنے دیکھتے ہوئے اترا۔

سن گلاسز والی عورت اس کے ذہن سے محو ہو چکی تھی۔ ویسے بھی ایک انسانی ذہن کو کسی اجنبی کا چہرہ یاد رکھنے کے لیے اس کی آنکھیں دیکھنا ضروری ہے۔

"اتنی دور خود جانے کی کیا ضرورت تھی' سرکار؟"

"ایک گھنٹے کی فلائٹ تھی' شمس۔ دس گھنٹے کی ہوتی تب بھی ہم چلے جاتے۔" رات کی تاریکی میں ٹیکسی ائیر پورٹ کی طرف رواں دواں تھی۔ پچھلی سیٹ پہ بیٹھی نگینہ بیگم ائیر فونز کانوں میں لگائے کہہ رہی تھیں۔

"آصف اس کے معدے میں شیاطین کو داخل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا لیکن چونکہ وہ خود آزاد ہو چکا ہے' اس لیے وہ شیاطین چند دنوں میں ہی کمزور پڑ جاتے، اور وہ واپس روبہ صحت ہو جاتا۔ اس لیے پھونک مارنا ضروری تھا۔ جو پھونک براہ راست ماری جائے' اس کا توڑ آسانی سے نہیں کیا جا سکتا' شمس۔" وہ مسکراتے ہوئے شیشے کے پار روشن گاڑیوں کو دیکھ رہی تھیں۔ سیاہ فام ڈرائیور لاتعلقی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔

"پھونک کتنی جلدی اثر کرتی ہے؟"

"جتنی جلدی وہ ہماری مدد کرے گا۔ وہ خود میری پھونک کو مضبوط بنائے گا۔"

"کیا مطلب؟"

(ماہر ہیلمیٹ اٹھائے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھول کے اندر داخل ہو رہا تھا۔)

"جب وہ اللہ کا نام لیے بغیر گھر میں داخل ہو گا تو پھونک اس کے اوپر ثبت ہو جائے گی۔"

(وہ موبائل فون میں الجھا ہوا اندر آیا اور سیدھا کافی میکر کی طرف گیا۔ اب وہ فریش تھا۔ اسے بیٹھ کے کچھ کام کر لینا چاہیے۔)

"لیکن وہ پھونک اس کے اندر کیسے اترے گی؟"

"جادوگر کی پھونک اس کے اندر داخل ہونے کا انتظار کرے گی یہاں تک کہ وہ خود اس کو راستہ فراہم کر دے۔"

(ماہر نے کافی میکر کا بٹن دبایا۔ بھوری گرم دھار کپ میں گرنے لگی۔ خوشبودار دھواں اٹھنے لگا۔)

"جب وہ اللہ کا نام لیے بغیر کچھ کھائے یا پیے گا تو شیطان یعنی جن جو اس پھونک میں چھپا ہے' اس شے کے ذریعے اس کے جسم کے اندر داخل ہو جائے گا۔"

(اس نے عادتاً بے توجہی سے کافی کا مگ لبوں سے لگایا۔ سیاہ مائع اندر اترنے لگا۔)

"اس کے گھر میں بہت سی چیزیں اس پھونک کو مدد فراہم کریں گی۔ جیسے موسیقی۔"

(وہ ورک ٹیبل پہ آن بیٹھا۔ کانوں میں ائیر پوڈز گھسائے' اپنا پسندیدہ ورک میوزک لگایا اور گرافک ٹیبلیٹ سامنے کھول لیا۔)

"ہر نظر انداز کی گئی اذان کے ساتھ پھونک اندر پختہ ہو جائے گی۔"

(وہ اب پوری توجہ سے ٹیبلیٹ پہ پین سے لکیریں کھینچ رہا تھا۔ باہر دور کہیں عشاء کی اذان ہو رہی تھی لیکن وہ اس کی سماعتوں سے بہت دور تھی۔)

"اور یوں آہستہ آہستہ پھونک اس کے خون کا حصہ بن جائے گی۔"

(رات گزرتی رہی۔ کافی کے دور چلتے رہے۔ بالآخر ایک خاکہ سا ٹیبلیٹ پہ ابھرنے لگا۔ ماہر فرید نے ہاتھ روک کے اسے دیکھا۔)

"اور سب سے پہلے وہ دماغ پہ حملہ کرے گی۔"

(لاؤنج میں اندھیرا تھا۔ صرف ٹیبلیٹ کی روشنی تھی جو ماہر کے چہرے کو چمکا رہی تھی۔ اس نے کئی گھنٹوں کی محنت سے بنائے خاکے کو ناپسندیدگی

www.zemtime.com
ZEMTime SINCE 2014

اور مایوسی سے دیکھا۔ پھر ڈیلیٹ کا بٹن دبایا۔ چہرے پہ بے بسی بھرا غصہ تھا۔)

"اور پھر وہ اندر چھپے خوف سامنے لائے گی۔ خوف ہمارا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔"

(وہ کتنی ہی دیر خالی صفحے کو دیکھتا رہا۔ دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ آئیڈیاز جیسے بند ہو گئے تھے۔ اس نے بے بسی سے ٹیبلیٹ بجھا دیا۔ پھر لیپ ٹاپ اسکرین روشن کی۔ کیلنڈر دیکھا۔ اپائنٹمنٹس، میٹنگز، ٹو ڈولسٹ، ہر جگہ طویل فہرستیں تھیں جنہیں وہ اتنے دن سے نظر انداز کیے ہوئے تھا۔ کتنے ایسے کام تھے جو وہ نہیں کر سکا تھا۔ بوجھ، اسٹریس، پریشر۔

اس نے کنپٹیاں انگلیوں سے دبائیں۔

(اسے لگا اسے بخار ہو رہا ہے۔)

"اور خوف کے دریا کو پار کرنا آسان نہیں ہوتا شمس!" نگینہ بیگم ایئرپورٹ کی عمارت کو باہر دیکھ کے مسکرائی تھیں۔ وہ ایک کامیاب مشن کے بعد واپس جا رہی تھیں۔

"وہ مذہبی انسان نہیں ہے۔ وہ بہت جلد آپ کی پھونک کو اپنے جسم میں خود داخل کرے گا۔ لیکن..." شمس سوچتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ "لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ... اس سب کے باوجود پھونک کام نہ کرے؟"

ٹیکسی سے نکلتے ہوئے نگینہ بیگم نے ایک گہری سانس کھینچی۔

"ہاں۔" پھر آسمان کی طرف دیکھا۔ "اگر اللہ چاہے۔"

اور کندھے اچکا کے موبائل کان سے ہٹا لیا۔ پرس کہنی پہ اٹھائے' وہ اب پراعتماد قدموں سے ایئرپورٹ کی طرف جا رہی تھیں۔

ادھر اپنے اندھیرا اپارٹمنٹ میں بیٹھا ماہر خوف اور بے بسی سے لیپ ٹاپ اسکرین کو دیکھ رہا تھا۔

ایک زمانہ تھا جب اس نے قطر اور لندن کے درمیان رئیل اسٹیٹ کا کام شروع کیا تھا۔ دو سال انہوں نے اس کام میں بہت نفع حاصل کیا تھا۔ لیکن اب کئی نئے اسٹارٹ اپس وہی کام کرنے لگے تھے۔ اس کے ذہن میں خدشے ابھرنے لگے وہ سب آگے نکل جائیں گے اور وہ پیچھے رہ جائے گا۔ وہ ناکام رہ جائے گا۔ سب اس کے کنٹرول سے نکلتا جا رہا تھا۔

وہ وہیں صوفے پہ لیٹ گیا۔ اس کا جسم بخار میں پھنک رہا تھا۔ آنکھیں بوجھ تلے بند ہو رہی تھیں۔

کھڑکی کا پردہ ذرا سا ہٹا تھا۔ اس کے پار سے اونچی روشن عمارتوں کی روشنی لکیر کی صورت میں سینٹر ٹیبل پہ گرتی تھی۔ باقی سب اندھیر تھا۔

وہ سویا نہیں تھا۔ اس کا دماغ جاگ رہا تھا۔ بس آنکھوں پہ بوجھ تھا۔

"اس نے تم پہ پھونک ماری ہے۔"

کسی نے اس کے قریب سرگوشی کی تھی۔ ماہر نے آنکھیں کھولنی چاہیں لیکن ان پہ بوجھ تھا۔ جیسے کسی نے ٹیپ لگا کے انہیں بند کر دیا ہو۔

"ماہر..." وہ اس سرگوشی کو پہچانتا تھا۔

اس کے رونگٹے کھڑے ہونے لگے۔ لیکن سارا جسم مفلوج تھا۔ وہ ہل نہیں سکتا تھا۔

"ماہر...." کوئی تھا جو سینٹر ٹیبل پہ آ بیٹھا۔ ایسے کہ روشنی کی لکیر کا راستہ رک گیا۔

ماہر کی آنکھ کی ہلکی سی جھری کھلی تھی۔ وہ دھندلا سا منظر دیکھ سکتا تھا۔

میز پہ بیٹھے وجود کا اسے گھٹنوں سے نیچے کا حصہ دکھائی دے رہا تھا۔ کھلے سیاہ ٹراؤزرز۔ پیروں میں بند جوتے۔ اس کے ہاتھ گھٹنوں پہ تھے۔ وہ سفید رنگ کے بوڑھے ہاتھ تھے۔ ایک انگلی میں سبز نگینے والی انگوٹھی تھی۔

"اس کا نام سرکار ہے۔" وہ اس کی طرف جھک کے کہہ رہا تھا۔

"اس نے تم پہ پھونک ماری ہے۔ تم بیمار پڑ چکے ہو۔ تمہیں علاج چاہیے۔ یہ ایک طویل علاج ہوگا۔"

خوف اس کے سارے جسم کو اپنی جکڑ میں لے



www.zemtime.com

چکا تھا۔ اس نے پورا زور لگانا چاہا۔ لیکن وہ ایک انچ حرکت نہ کر سکا۔

"تمہاری بہن نے مجھے اس کی قید سے آزاد کروایا ہے۔ اس لیے میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔"

دیکھتے ہی دیکھتے اس کی آنکھوں کے سامنے ایک منظر ابھرنے لگا۔ وہ خواب تھا جیسے۔ یا کوئی سراب۔

وہ ایک تاریک کمرہ تھا۔ وسط میں روشنی کا ہالہ جو سیدھا اس پہ پڑ رہا تھا۔

ایک چغہ پہنے بیٹھا شخص۔ لمبے سفید بال۔ نارنجی رومال سر پہ باندھے۔ وہ اس کی جانب پشت کیے بیٹھا تھا۔

"یہ سرکار ہے..." سرگوشی اسے بتا رہی تھی۔ جیسے کوئی ہاتھ سے پکڑ کے اسے قدم قدم اس منظر میں آگے چلا رہا ہو۔

وہ دھیرے دھیرے چلتا اس کے قریب آیا۔ زمین پہ بیٹھے شخص کا سر جھکا تھا۔ دبلا پتلا سا وجود۔ چہرہ واضح نہ تھا۔ آستین اوپر چڑھے تھے۔

ایک بازو پہ ماہر کی نگاہ ٹھہر گئی۔ اس پہ سیاہ رنگ کا صلیب سے ملتا جلتا نشان بنا تھا جس کے گرد نقطے لگے تھے۔

"کون ہو تم؟" اس نے خود کو کہتے سنا۔

نارنجی رومال والا جھکا سر دھیرے سے اٹھا۔ اس کا چہرہ سامنے آیا۔ وہ ایک بوڑھا مرد تھا جس کی سفید داڑھی تھی۔ اس کی آنکھوں میں سرمہ لگا تھا۔ ماہر کو دیکھ کے وہ مسکرایا اور واپس سر جھکا لیا۔ اس کے جھریوں زدہ ہاتھ کسی دھاگے کو لپیٹ رہے تھے۔

"یہ کون ہے؟" وہ اب اردگرد اندھیرے میں دیکھتا پوچھ رہا تھا۔

"حور جہاں کی بیٹی سے پوچھو۔ وہ اس کو پہچانتی ہے۔"

"یہ کون ہے؟" وہ گول گول گھومتا اس سرگوشی کو تلاش کر رہا تھا۔

"تم بیمار ہو..." الفاظ گڈمڈ ہو رہے تھے۔ منظر دھندلانے لگا۔

ایک دم کوئی فسوں سا ٹوٹا۔

ماہر فرید جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔

لاؤنج میں اندھیرا تھا۔ اس نے تیزی سے بتیاں آن کیں۔ اس کا تنفس بے ترتیب تھا اور جسم پسینے میں بھیگا تھا۔

وہاں اب کوئی نہیں تھا۔ جیسے کوئی ابھی اٹھ کے گیا تھا۔ اس کی موجودگی کا احساس ہنوز فضا میں قائم تھا۔

وہ کانپ رہا تھا۔ خوف سے۔ بے یقینی سے۔

اس نے گھٹنے سینے سے لگا کے ان کے گرد بازو لپیٹ لیے۔ ہراساں نگاہوں سے دائیں بائیں دیکھا۔ وہاں اب کوئی نہیں تھا۔ لیکن ماہر فرید جانتا تھا کہ زندگی اب پہلے جیسی نہیں رہے گی۔

اس کے معدے کا درد پھر سے اٹھنے لگا تھا۔

☆☆☆

موجودہ دن

جدہ (صوبہ مکہ)

"کیا دیکھا آپ نے؟"

اپارٹمنٹ کی خاموشی کو رامین کی آواز نے توڑا تھا۔ وہ دونوں آمنے سامنے کارپٹ پہ بیٹھی تھیں۔ رامین نے اس کے ہاتھ تھام رکھے تھے۔ وہ پریشان نظر آ رہی تھی اور خوف زدہ بھی۔

"کہاں سے شروع کروں؟"

"جب آپ نے ماہر کو ہلال کے بارے میں فون کیا... اس سے اگلی صبح کیا ہوا؟"

کشمالہ مبین نے گہری سانس لی۔ دھیرے سے اپنے ہاتھ الگ کیے۔ ڈھیلا جوڑا کمر پہ گرا تھا اور چند لٹیں ویران چہرے کا ہالہ کیے ہوئے تھیں۔ اس نے بے رحمی سے بال کان کے پیچھے اڑسے اور کہنا شروع کیا۔

"فلیش لائٹس..."

☆☆☆

اگلی صبح۔

وہ استنبول کی ایک خوب صورت گلی تھی۔ سڑک

www.zemtime.com

کنارے بہت سے کیفے بنے تھے جن کے چھجوں سے سفید پھولوں کی بیلیں لٹک رہی تھیں۔ سفید پھول اور سبز ٹہنیاں۔ وہاں دوسرا کوئی رنگ نہ تھا۔ گول پتھروں سے بنی گلی میں کشمالہ قدم قدم چلتی آگے بڑھ رہی تھی۔

تمام کیفے خالی تھے۔ گو کہ ان میں ناشتے کی مہک تھی۔ چائے کی دو ہری کیتلیاں چولہوں پہ چڑھی تھیں۔ ان سے بھاپ نکلتی دکھائی دیتی تھی۔ لیکن وہاں کوئی انسان نہ تھا۔

کیفے کے باہر رکھی کرسیاں میزیں بھی خالی تھیں۔ سب کہاں چلے گئے؟ وہ الجھی الجھی سی قدم اٹھا رہی تھی۔ دفعتاً وہ رکی۔

ایک کیفے کے سامنے بچھی کرسی پہ....

ماں بیٹھی تھیں۔

سفید دوپٹہ سر پہ ڈال کے کانوں کے پیچھے اڑسے وہ سونے کے کنگن والے بازوؤں سے تھال میں رکھے پھول چن رہی تھیں۔ ٹہنیاں علیحدہ۔ پتیاں علیحدہ۔

"ماں...." کسی معمول کی سی کیفیت میں وہ قریب آئی۔

انہوں نے سبز آنکھیں اٹھا کے اسے دیکھا پھر مسکرائیں۔

"مالا ... کیا تم نے فلیش لائٹس تلاش کیں؟"

"کیوں؟" اس نے تعجب سے روشن گلی کو دیکھا۔ پھر آسمان پہ چمکتی صبح کو۔

"یہاں تو روشنی ہے۔ آپ کو فلیش لائٹس سے کیا دیکھنا ہے؟"

وہ جواب میں کچھ کہہ رہی تھیں۔ کچھ ایسا جو وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ منظر دھندلا ہو رہا تھا۔ دور کہیں دستک ہو رہی تھی۔

وہ ایک دم اٹھ بیٹھی۔ آنکھیں جھپکائیں۔ کھڑکی کے باہر نگاہ دوڑائی۔ فجر کی اذان سماعتوں سے ٹکرائی۔ اس نے موبائل اٹھا کے کھولا۔ زیاد کی چیٹ ہنوز خاموش تھی۔ کوئی میسج نہیں۔ دل کو دھکا سا لگا۔

اذان میں دستک کی آواز شامل ہو گئی تھی۔ کوئی کافی دیر سے دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا۔ شاید اسی دستک سے خواب میں مخل ہوئی تھی۔

"کون؟"

"کون ہو سکتا ہے؟" تھکا ہارا لہجہ۔

وہ جہاں تھی وہیں ٹھہر گئی۔ بے یقین۔ ساکت۔ پھر تیزی سے دروازہ کھولا۔

زیاد سلطان سامنے کھڑا تھا۔ اسے دیکھ کے اداسی سے مسکرایا۔

"آئی ایم سوری۔"

اس کا چہرہ خود بخود ایک حیرت بھری خوب صورت مسکراہٹ میں ڈھلتا گیا۔

☆☆☆

"زیاد بھائی کو وہاں دیکھ کے آپ کو کیسا محسوس ہوا؟"

وہ دونوں قالین پہ بیٹھی تھیں اور رامین پوچھ رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتی، بیل بجی۔ مالا بری طرح چونکی۔

"ریلیکس۔ میں نے ناشتا نہیں کیا۔ آپ نے اتنی جلدی میں بلایا۔ آنے سے پہلے کھانا آرڈر کیا تھا۔"

رامین اٹھ کے دروازے تک گئی۔ وہ سانس روکے اسے دیکھے گئی۔ رامین نے دروازہ کھولا۔ سامنے ہنگر اسٹیشن کا رائیڈر کھانے کا پیکٹ لیے کھڑا تھا۔ مالا کی رکی سانس خارج ہوئی۔

"ظاہر ہے میں خوش ہوئی تھی۔ اس کے وہاں نہ ہونے سے میں بہت اداس تھی۔ وہ آیا تو لگا، میرا سفر مکمل ہو گیا ہے۔"

رامین پیکٹ لیے قالین پہ آ بیٹھی اور اسے کھولا۔ مناقیش کی خوشبو سارے میں پھیل گئی۔ وہ چھوٹی گول روٹیوں جیسی تھیں جو پنیر، زعتر، لحم (گوشت) اور لبنہ سے بھری تھیں۔

"مگر تم لوگ ناراض تھے؟"

"یہی تو مسئلہ ہے میاں بیوی کے رشتے کا۔



www.zemtime.com

ایک ذرا سی کوشش سے ناراضی ختم ہو جاتی ہے۔ وہ میرے لیے استنبول آیا تھا۔ وہ معذرت کر رہا تھا۔ میں کیسے ناراض رہ سکتی تھی؟"

اس نے انگلی اور انگوٹھے سے منوشہ کی سطح سے پنیر میں لتھڑا زعتر توڑا اور منہ میں رکھا۔

"پھر کیا ہوا؟"

☆☆☆

جس وقت زیاد سلطان اور کشمالہ مبین ناشتے کی میز پہ آمنے سامنے بیٹھے تھے' پاکستان میں صبح روشن ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی۔ وقت یہاں دو گھنٹے آگے تھا۔ پرندے چہچہاتے ہوئے درختوں کی ڈالیوں سے اڑ چکے تھے۔

لاہور سے دور ایک پسماندہ قصبے میں درختوں سے گھرے ایک مکان کا صحن اس وقت آباد تھا۔ وہاں طرح طرح کے لوگ جھولیاں پھیلائے بیٹھے تھے۔ ایک کمرہ وی آئی پیز کے لیے خاص تھا۔ ہر دوسرے آستانے کی طرح یہاں بھی پیسے والے لوگوں کو الگ کمرہ ملتا تھا۔

یہ آستانہ پیٹر مسیح کے آستانے سے مختلف نہ تھا۔ البتہ جادوگر مسلمان تھا۔ عموماً لاہور اور گردونواح میں کام کرنے والے جادوگر مسلمان ہوتے تھے لیکن اپنے نام کے ساتھ مسیح یا پنڈت لگا کے خود کو غیر مسلم ظاہر کرتے تھے۔ یوں مسلمان کلائنٹس کو گلٹ کا احساس کم ہو جاتا تھا۔

اس جادوگر کا نام سائل فقیر تھا۔ اس کا جسم بھاری بھرکم تھا اور بال گھنگھریالے تھے۔ آنکھوں میں سرمہ ڈالے' گندا میلا چغہ پہنے' وہ گردن میں ہڈیوں کا ہار ڈالے ہوئے تھا۔ اسے نجاست بھرا حلیہ جنات کو قابو کرنے کے لیے اپنانا ہوتا تھا۔ عام دنوں میں وہ صاف ستھرے حلیے میں بھی رہ سکتا تھا۔ لیکن ایسے حلیے کلائنٹس کو مزید مرعوب کرتے تھے۔ اور اس کے سامنے صوفے پر بیٹھی کبیرہ بیگم بھی اس وقت شدید مرعوب نظر آ رہی تھیں۔

"آپ کو تصاویر واٹس ایپ کی ہیں۔"

سر پہ بوائے کٹ بال سیٹ کیے' کانوں میں ہیرے پہنے' سادہ لباس' ایک کندھے پہ شال' وہ انگوٹھیوں سے مزین ہاتھ ہلاتے ہوئے یاد دلا رہی تھیں۔

"دیکھی ہیں۔ تمہاری بیٹی اور زیاد سلطان کی۔" سائل فقیر نے ناپسندیدہ سی آواز نکالی۔

"وزن کم کر لے تو اس آدمی سے شکل میں کافی بہتر ہے تمہاری بیٹی۔" اس کو واضح طور پہ زیاد سلطان پسند نہیں آیا تھا۔ بات رنگت کی نہیں تھی۔ زیاد سلطان کی تصویر میں کوئی کشش نہ تھی۔

"کیا بہت پیسے والا ہے؟" عامل اب فون پہ زوم کر کے زیاد کی تصویر دیکھ رہا تھا۔

"اس کی شکل یا امارت میرے لیے اہم نہیں ہے' بابا جی! مجھے اپنی بیٹی کی شادی اسی آدمی سے کرنی ہے۔" وہ زور دے کر بولیں۔

"ہوں۔ مگر وہ شادی شدہ ہے۔"

وہ دھیرے سے مسکرائیں۔

"اسی لیے آپ کے پاس آئی ہوں۔"

سائل فقیر معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

"جانتی ہو بی بی... سب سے مشکل جادو طلاق کا ہوتا ہے۔"

"لیکن عامل کو سب سے زیادہ پاور طلاق کروا کے ہی ملتی ہے۔" وہ انہی عاملوں کی مشہور اصطلاح "پاور" کا لفظ جتاتے ہوئے بول رہی تھیں۔ عامل کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ اس کی کلائنٹ اس دنیا کے رموز سے واقف تھی۔

"جو مانگیں گے دوں گی۔ مجھ بس زیاد اور کشمالہ کی طلاق کروانی ہے۔"

"کروا دیں گے۔" وہ مسکرایا۔ پھر آنکھیں بند کیں۔ زیر لب کچھ پڑھنے لگا۔

"اس لڑکی کا کوئی نک نیم بھی ہے شاید؟" چونک کے عامل نے آنکھیں کھولیں۔

کبیرہ بیگم مسکرا دیں۔ نیا عامل ان کے امتحان میں پاس ہوا تھا۔ صرف ایک اصلی عامل ہی جان سکتا تھا کہ وہ لوگ جن کے نک نیم ہوتے ہیں' ان پہ جادو کرتے



www.zemtime.com

وقت ان کے دونوں نام بتانا ضروری ہوتے ہیں۔
"مالا... اس کا نک نیم مالا ہے۔ حور جہاں کی بیٹی کشمالہ مبین عرف مالا۔"
"پھر سنو بی بی..." اس نے پین اٹھایا اور ہوا میں کانٹا لگایا۔
"مالا اور زیاد کی طلاق ہم نے لکھ دی ہے۔ ہو جائے گی۔ بس پیسہ لگے گا۔"
"عمل کب سے شروع ہوگا؟" وہ بے تابی سے بولیں۔ چہرہ جوش سے چمک رہا تھا۔
"ابھی اسی وقت سے شروع کر دیں گے۔ اب وہ زمانے گئے جب عمل کو میچور ہونے میں کئی ہفتے لگتے تھے۔ صرف یہ بتاؤ کہ اس وقت وہ دونوں کہاں ہیں؟ ہمارے موکل ان کو فوراً تلاش کر لیں گے۔"
"اس کے بھائی کی شادی ہے استنبول میں، یقیناً وہیں ہوں گے۔ اگر وہاں نہ ہوئے تو جدہ میں ہوں گے۔"
سائل فقیر نے آنکھیں بند کر کے زیر لب کچھ کہا۔ جیسے کسی کو ہدایت دی ہو۔ پھر چہرہ موڑ کے سوچتی نظروں سے کبیرہ بیگم کو دیکھا۔
"تمہاری بیٹی کو اس سے بہتر آدمی مل سکتا ہے۔ پھر یہی کیوں؟"
"بے کوئی وجہ۔ بتا نہیں سکتی۔" وہ ہنوز مسکرا رہی تھیں۔ عامل نے شانے اچکا دیے۔

☆☆☆

کیف کی عمارت میں معمول کے مطابق کام جاری تھے جب لفٹ کے دروازے کھلے اور عبدالمالک فرید اندر آتے دکھائی دیے۔ انہوں نے گہرا نیلا سوٹ پہن رکھا تھا اور سفید بال گیلے کر کے جمائے گئے تھے جیسے سلور ہوں۔ بے تاثر چہرے پہ ہلکے سے طیش کی رمق دکھائی دیتی تھی۔ وہ سیدھا ہال کے دوسرے سرے پہ بنے آفس تک آئے اور بنا دستک کے دروازہ کھولا۔
اپنی ورک ٹیبل کے پیچھے کاغذوں میں الجھی بیٹھی زارا نے چہرہ اٹھا کے انہیں دیکھا۔

"میں تمہاری پیکنگ کا جائزہ لینے تمہارے گھر گیا تو معلوم ہوا کہ تم آفس میں ہو۔" انہوں نے تنے ابرو کے ساتھ بغور اس کا چہرہ دیکھا۔ پھر اطراف میں زارا کے آفس کو۔ سب کچھ ہمیشہ کی طرح سیٹ تھا۔ اپنی جگہ پر۔
"تم نے پیکنگ نہیں کی؟ ہمیں آج واپس جانا تھا۔"
"میں نہیں جا رہی بابا!"
زارا نے مسکرا کے محض کندھے اچکائے۔
وہ چند لمحے بہت ضبط سے اسے دیکھتے رہے۔
وہ سیاہ کوٹ کے ساتھ کانوں میں سنہری تتلی والے ائیر رنگز پہنے، بل دار بالوں کو کندھوں پر سامنے ڈالے آفس کے نئے دن کے لیے تیار تھی۔
"مجھے خود پر اعتماد کرنا چاہیے تھا بابا! لیکن میں نے نہیں کیا۔"
وہ آنکھیں چھوٹی کر کے خاموشی سے اسے دیکھے گئے۔ وہ ریوالونگ چیئر پہ ٹیک لگائے بیٹھی، ہاتھ باہم پھنسائے بہت سکون سے کہہ رہی تھی جو اسے کہنا تھا۔
"جانتے ہیں سب میرے پاس کب آتے ہیں؟ ماہر، آپ، دوسرے دوست، جب کسی کو کسی کے بارے میں معلومات چاہیے ہوں۔ کیونکہ کسی کے بارے میں معلوم کرنے میں سب سے اچھی زارا ہے۔ زارا لوگوں کو جانتی ہے۔ زارا کے دوست ہر جگہ ہوتے ہیں۔" اس کی آواز طنز سے بلند ہونے لگی۔
"زارا..."
"لیکن جب مجھے خود معلومات چاہیے تھیں تو میں نے اس اسٹوپڈ شبنم پہ بھروسہ کیا۔ میں خود اپنے پاس نہیں گئی۔" وہ افسوس سے کہہ رہی تھی۔
"کیا بدلا ہے زارا؟" ان کی آواز پست ہوئی۔
(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

☆☆

www.zemtime.com